بقیہ فوائد صفحہ ۵۶۰۔ لگائے یہی بہتر ہے۔ آگے ان عورتوں کو خطاب ہے جو نبی کی معیت اختیار کرلیں کہ انکا درجہ اس نسبت کی وجہ سے بہت بلند ہو جانا چاہئے کہ انکی اخلاقی اور روحانی زندگی اس معیار پر ہو جو اس مقام رفیع کے مناسب ہے کیونکہ علاوہ انکی ذاتی بزرگی کے وہ امہات المؤمنین ہیں۔ مائیں اپنی اولاد کی بڑی حد تک ذمہ دار ہوتی ہیں۔ لازم ہے کہ انکے اعمال واخلاق امت کے لئے اسوۂ حسنہ بنیں۔ **ف** بڑے کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے۔ اگر بالفرض تم میں کسی سے کوئی بد اخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس کام پر ملتی اس سے دگنی سزا ملیگی۔ اور اللہ پر یہ آسان ہے یعنی تمہاری جاہت اور نسبت زوجیت سزا دینے سے اللہ کو روک نہیں سکتی فوائد صفحہ ہذا۔ **ف۱** یعنی نیکی اور اطاعت پر جتنا اجر دوسروں کو ملے اُس سے دوگنا ملیگا۔ اور مزید برآں ایک خاص روزی عزت کی عطا ہوگی حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ بڑے درجہ کا لازمہ ہے کہ نیکی کا ثواب دونا اور برائی کا عذاب دونا"۔ خود پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا "اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ" (اسراء۔ رکوع ۸) **ف۲** یعنی تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لئے انتخاب فرمایا اور امہات المؤمنین بنایا۔ لہٰذا اگر تقویٰ وطہارت کا بہترین نمونہ پیش کروگی جیسا کہ تم سے متوقع ہے اس کا وزن اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔ اور بالفرض کوئی بری حرکت سرزد ہو تو اسی نسبت سے وہ بھی بہت زیادہ بھاری اور قبیح سمجھی جائیگی۔ غرض بھلائی کی جانب ہو یا برائی کی عام مومنات سے تمہاری پوزیشن ممتاز رہیگی۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا

اور جو کوئی تم میں اطاعت کرے اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور عمل کرے اچھے

نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ

دیویں ہم اُس کو اُس کا ثواب دوبار اور رکھی ہے ہم نے اُس کے واسطے روزی عزت کی **ف۱** اے نبی کی

النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

عورتو تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں **ف۲** اگر تم ڈر رکھو سو تم دب کر

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

بات نہ کرو پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے اور کہو بات معقول **ف۳**

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جاہلیت کے وقت میں **ف۴**

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ

اور قائم رکھو نماز اور دیتی رہو زکوٰۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اسکے رسول کی **ف۵**

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ

اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبیؐ کے گھر والو اور

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ

ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے **ف۶** اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں

اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ

اور عقلمندی کی **ف۷** مقرر اللہ ہے بھید جاننے والا خبردار **ف۸** تحقیق مسلمان مرد

وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور بندگی کرنیوالے مرد اور بندگی کرنیوالی عورتیں

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ

اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور محنت جھیلنے والے مرد اور محنت جھیلنے والی عورتیں **ف۹** اور دبے رہنے والے مرد

ف۳ یعنی اگر تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے (جس کی ضرورت خصوصاً امہات المؤمنین کو پیش آتی رہتی ہے) نرم اور دلکش لہجہ میں کلام نہ کرو۔ بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے لیکن پاکباز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب ولہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہو اور کسی بد باطن کے قلبی میلان کو اپنی طرف جذب نہ کرے امہات المؤمنین کو اس بارہ میں اپنے مقام بلند کے لحاظ سے اور بھی زیادہ احتیاط لازم ہے۔ تاکوئی بیمار اور روگی دل کا آدمی بالکل اپنی عاقبت تباہ نہ کر بیٹھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ ایک ادب سکھایا کہ کسی مرد سے بات کہو تو اُس طرح کہو جیسے ماں کہے بیٹے کو۔ اور بات بھی بھلی اور معقول ہو"

ف۴ یعنی اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بد اخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کرسکتا ہے اُس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانۂ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حُسن وجمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔ امہات المؤمنین کا فرض اس معاملہ میں بھی اوروں سے زیادہ مؤکد ہوگا جیسا کہ "لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" کے تحت میں گذر چکا۔ باقی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی بنا پر بدون زیب وزینت کے مبتذل اور ناقابل اعتنا لباس میں مستتر ہو کر احیاناً باہر نکلنا بشرطیکہ ماحول کے اعتبار سے فتنہ کا مظنہ نہ ہو، بلاشبہ اس کی اجازت نصوص سے نکلتی ہے اور خاص ازواج مطہرات کے حق میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ متعدد واقعات سے اس طرح نکلنے کا ثبوت ملتا ہے لیکن شارع کے ارشادات سے یہ بداہتہً ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پسند اسی کو کرتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت بہرحال اپنے گھر کی زینت بنے اور باہر نکل کر شیطان کو تاک جھانک کا موقع نہ دے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "حجاب شرعی" میں ہے۔ رہا ستر کا مضمون یعنی عورت کے لیے کن اعضاء کو کن مردوں کے سامنے کھلا رکھنا جائز ہے۔ اس کا بیان سورۂ نور میں گذر چکا۔ (تنبیہ) جو احکام ان آیات میں بیان کیے گئے تمام عورتوں کے لئے ہیں۔ ازواج مطہرات کے حق میں چونکہ اُن کا تاکد واہتمام زائد تھا اس لئے لفظوں میں خصوصیت کے ساتھ مخاطب اُن کو بنایا گیا۔ میرے نزدیک يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ سے لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ تک ان احکام کی تمہید تھی۔ تمہید میں دو شقیں ذکر کی تھیں۔ ایک بےحیائی کی بات کا ارتکاب۔ اُس کی روک تھام فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ سے تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى تک کی گئی۔ دوسری اللہ ورسول کی اطاعت اور عمل صالح، آگے وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ سے اَجْرًا عَظِيْمًا تک اس کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ برائی کے مواقع سے بچنا اور نیکی کی طرف سبقت کرنا سب کے لئے ضروری ہے مگر ازواج مطہرات کے لئے سب عورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ اُن کی ہر ایک بھلائی برائی وزن میں دوگنی قرار دیگئی۔ اس تقریر کے موافق "فاحشہ مبینہ" کی تفسیر بھی بے تکلف سمجھ میں آگئی ہوگی۔ **ف۵** یعنی اوروں سے بڑھ کر ان چیزوں کا اہتمام رکھو۔ کیونکہ تم نبی سے اقرب اور امت کے لئے نمونہ ہو۔ **ف۶** یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک وصاف کر دے اور اُنکے رتبہ کے موافق ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز وفائق ہو (جس کی طرف يُطَهِّرَكُمْ کے بعد تَطْهِيْرًا بڑھا کر اشارہ فرمایا ہے) یہ تطہیر واذہاب رجس اُس قسم کی نہیں جو آیت وضوء میں وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (مائدہ۔ رکوع ۲) سے یا "بدر" کے قصہ میں لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (انفال۔ رکوع ۲) سے مراد ہے۔ بلکہ یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو کمل اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں بنجاتے، ہاں محفوظ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ لفظ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ الخ فرمانا اور اَرَادَ اللّٰهُ نہ فرمانا خود اسکی دلیل ہے کہ اہل بیت کے لئے عصمت ثابت نہیں (تنبیہ) نظم قرآن میں تدبر کرنیوالے کو ایک لمحہ کے لئے اس میں شک وشبہ نہیں ہوسکتا کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں

(باقی صفحہ ۵۶۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۶۱ - ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں۔ کیونکہ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے پورے رکوع میں تمام تر خطابات اُن ہی سے ہوئے ہیں اور "بیوت" کی نسبت بھی پہلے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ میں اور آگے وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ میں اُن کی طرف کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ قرآن میں یہ لفظ عموماً اسی سیاق میں مستعمل ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کو خطاب کرتے ہوئے ملائکہ نے فرمایا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ (ھود۔ رکوع ۷) مطلقہ عورت باوجودیکہ نکاح سے نکل چکی مگر عدت منقضی ہونے سے پہلے بیوت کی نسبت اُسی کی طرف کی گئی چنانچہ فرمایا۔ "لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ" (طلاق۔ رکوع ۱) حضرت یوسف کے قصہ میں "بیت" کو زلیخا کی طرف منسوب کیا۔ "وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا" (یوسف۔ رکوع ۳) بہرحال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب اوّلاً اُن ہی سے ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جیساکہ مسند احمد کی ایک روایت میں احق کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کا حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لیکر "اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي" وغیرہ فرمانا یا حضرت فاطمہ کے مکان کے قریب گذرتے ہوئے "اَلصَّلٰوةَ أَهْلَ الْبَيْتِ يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ" الخ سے خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور اُن ہی سے تخاطب ہو رہا ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی اولین مخاطب تھیں اس لئے اُن کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ
اور دبی رہنے والی عورتیں ف۱ اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ دار مرد
وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ
اور روزہ دار عورتیں اور حفاظت کرنیوالے مرد اپنی شہوت کی جگہ کو اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور یاد کرنیوالے مرد
اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝٣٥
اللہ کو بہت سا اور یاد کرنیوالی عورتیں رکھی ہے اللہ نے اُن کے واسطے معافی اور ثواب بڑا ف۲
وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن
اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا اور نہ ایماندار عورت کا جب کہ مقرر کر دے اللہ اور اُس کا رسول کوئی کام کہ
يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ
اُن کو رہے اختیار اپنے کام کا اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اُسکے رسول کی سو وہ
ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۝٣٦ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ
راہ بھولا صریح چوک کر ف۳ اور جب تو کہنے لگا اُس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے
عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ
احسان کیا رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز
مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا
جس کو اللہ کھولا چاہتا ہے اور ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہیئے ڈرنا تجھ کو پھر جب
قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
زید تمام کر چکا اُس عورت سے اپنی غرض ف۴ ہم نے اُسکو تیرے نکاح میں دیدیا تا نہ رہے مسلمانوں پر
حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ
گناہ نکاح کر لینا جوروئیں اپنے لے پالکوں کی جب وہ تمام کر لیں اُن سے اپنی غرض اور ہے اللہ کا
اللَّهِ مَفْعُولًا ۝٣٧ مَّا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ
حکم بجا لانا ف۵ نبی پر کچھ مضائقہ نہیں اس بات میں جو مقرر کر دی اللہ نے اسکے واسطے

ف۷ یعنی قرآن و سنت میں جو اللہ کے احکام اور دانائی کی باتیں ہیں، انہیں سیکھو، یاد کرو دوسروں کو سکھاؤ اور اللہ کے احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

ف۸ اُس کی آیتوں میں بڑے باریک بھید اور پتے کی باتیں ہیں اور وہ ہی جانتا ہے کہ کون اس امانت کے اُٹھانے کا اہل ہے اُس نے اپنے لطف و مہربانی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے لئے اور تم کو اُن کی زوجیت کے لئے چن لیا۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے احوال و استعداد کی خبر رکھتا ہے کوئی کام یوں ہی بے جوڑ نہیں کر سکتا۔
ف۹ یعنی تکلیفیں اُٹھاکر اور سختیاں جھیل کر احکام شریعت پر قائم رہنے والے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی تواضع و خاکساری اختیار کرنے والے یا نماز خشوع و خضوع سے ادا کرنے والے۔

ف۲ بعض ازواج مطہرات نے کہا تھا کہ قرآن میں اکثر جگہ مردوں کا ذکر ہے عورتوں کا کہیں نہیں اور بعض نیک بخت عورتوں کو خیال ہوا کہ آیات سابقہ میں ازواج نبی کا ذکر تو آیا عام عورتوں کا کچھ حال بیان نہ ہوا اُس پر یہ آیت اُتری۔ تا تسلی ہو جائے کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے یہاں ضائع نہیں جاتی۔ اور جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے۔ یہ طبقہ اناث کی دلجمعی کے لئے تصریح فرما دی۔ ورنہ جو احکام مردوں کے قرآن میں آئے وہ ہی عموماً عورتوں پر عائد ہوتے ہیں۔ جداگانہ نام لینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں خصوصی احکام الگ بتلا دیے گئے ہیں۔

ف۳ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی نبی کریم صلعم کی پھوپی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں آنحضرت صلعم نے چاہا کہ اِن کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں۔ یہ زید اصل سے شریف عرب تھے لیکن لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ لایا اور غلام بناکر مکہ کے بازار میں بیچ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خرید لیا اور کچھ دنوں بعد آنحضرت صلعم کو ہبہ کر دیا۔ جب یہ ہشیار ہوئے تو ایک تجارتی سفر کی تقریب سے اپنے وطن کے قریب گذرے، وہاں ان کے اعزہ کو پتہ لگ گیا۔ آخر ان کے والد، چچا اور بھائی حضرت کی خدمت میں پہنچے کہ آپ معاوضہ لے کر ہمارے حوالہ کر دیں، فرمایا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں، اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے خوشی سے لے جاؤ۔ انہوں نے حضرت زید سے دریافت کیا۔ حضرت زید نے کہا کہ میں حضرت کے پاس سے جانا نہیں چاہتا۔ آپ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں۔ حضرت نے اُن کو آزاد کر دیا اور متبنّٰی بنالیا۔ چنانچہ لوگ اُس زمانہ کے رواج کے مطابق زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے تا آنکہ آیت "اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ" نازل ہوئی۔ اُس وقت "زید بن محمد" کی جگہ پھر زید بن حارثہ رہ گئے۔ چونکہ قرآن کے حکم کے موافق اُنکے نام سے اس نسبت عظیمہ کا شرف جدا کر لیا گیا تھا شاید اُس کی تلافی کے لئے تمام صحابہ کے مجمع میں سے صرف اُن کو یہ خاص شرف بخشا گیا کہ اُن کا نام قرآن میں تصریحاً وارد ہوا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ "فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا"۔ بہرحال حضرت زینبؓ کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی اور زید بن حارثہ بظاہر داغ غلامی اُٹھاکر آزاد ہوئے تھے اسلئے انکی نیز اُن کے بھائی کی مرضی زید سے نکاح کرنے کی نہ تھی لیکن اللہ و رسول کو منظور تھا کہ اس طرح کی موہوم تفریقات و امتیازات نکاح کے راستہ میں حائل نہ ہوا کریں۔ اس لئے آپ نے زینب اور انکے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کر لیں۔ اسی وقت یہ آیت اُتری اور اُن لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ و رسول کی مرضی پر قربان کر دیا اور زینب کا نکاح زید بن حارثہ سے ہو گیا۔ ف۴ یعنی زید نے طلاق دیدی اور عدت بھی گذر گئی، زینب سے کچھ غرض مطلب نہ رہا۔ ف۵ حضرت زینبؓ زیدؓ کے نکاح میں آئیں تو وہ اُن کی آنکھوں میں حقیر لگتا۔ مزاج کی موافقت نہ ہوئی۔ جب آپس میں لڑائی

بقیہ فوائد صفحہ ۵۶۲ - ہوتی تو زید آکر حضرت سے اُن کی شکایت کہتے اور کہتے مَیں اسے چھوڑتا ہوں حضرت منع فرماتے کہ میری خاطر اور اللہ و رسُول کے حکم سے اُس نے تجھ کو اپنی منشاء کے خلاف قبول کیا۔ اب چھوڑ دینے کو وہ اور اُس کے عزیز دوسری ذلت سمجھیں گے۔ اس لئے خدا سے ڈر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کر۔ اور جہاں تک ہو سکے نباہ کی کوشش کرتا رہ۔ جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا، اور بار بار جھگڑے قضیے پیش آتے رہے تو ممکن ہے آپ کے دل میں آیا ہو کہ اگر ناچار زید چھوڑ دیگا تو زینب کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ مَیں خود اُس سے نکاح کروں لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ کہیں گے اپنے بیٹے کی جورو گھر میں رکھ لی۔ حالانکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کے نزدیک "لے پالک" کو کسی بات میں حکم بیٹے کا نہیں۔ اُدھر اللہ کو یہ منظور تھا کہ اس جاہلانہ خیال کو اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے عملی طور پر بدم کر دے۔ تا مسلمانوں کو آئندہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا توحش اور استنکاف باقی نہ رہے اُس نے پیغمبر علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ مَیں زینب کو تیرے نکاح میں دینے والا ہوں۔ کیوں دینے والا ہوں؟ اس کو خود قرآن کے الفاظ "لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ" صاف صاف ظاہر کر رہے ہیں یعنی آپ کے نکاح میں دینے کی غرض یہی تھی کہ دلوں سے جاہلیت کے اس خیال باطل کا بالکل قلع قمع کر دیا جائے اور کوئی تنگی اور رکاوٹ آئندہ اس معاملہ میں باقی نہ رہنے پائے۔ اور شاید یہ ہی حکمت ہوگی جو اوّل زینب کا نکاح زید سے زور ڈال کر کرایا گیا۔ کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ

سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا
جیسے دستور رہا ہے اللہ کا اُن لوگوں میں جو گذرے پہلے اور ہے حکم اللہ کا مقرر

مَّقْدُوْرَا ۨ ۝۳۸ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ
ٹھہر چکا وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں پیغام اللہ کے اور ڈرتے ہیں اُس سے اور نہیں ڈرتے

اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ
کسی سے سوائے اللہ کے اور بس ہے اللہ کفایت کرنیوالا ف۱ محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے

رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ
مَردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا ف۲ اور مُہر سب نبیوں پر ف۳ اور ہے اللہ سب

شَىْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝۴۱ وَّ
چیزوں کو جاننے والا ف۴ اے ایمان والو یاد کرو اللہ کی بہت سی یاد اور

سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۴۲ هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ
پاکی بولتے رہو اُسکی صبح اور شام ف۵ وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اُس کے فرشتے

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝۴۳
تاکہ نکالے تم کو اندھیروں سے اُجالے میں اور ہے ایمان والوں پر مہربان ف۶

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝۴۴ يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ
دُعا اُن کی جس دن اُس سے ملیں گے سلام ہے اور تیار رکھا ہے اُنکے واسطے ثواب عزت کا ف۷ اے نبی

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۴۵ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ
ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا ف۸ اور خوشخبری سنانیوالا اور ڈرانیوالا ف۹ اور بلانیوالا اللہ کی طرف اُسکے حکم سے

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝۴۶ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا
اور چمکتا ہوا چراغ ف۱۰ اور خوشخبری سُنا دے ایمان والوں کو کہ اُن کے لئے ہے خدا کی طرف سے بڑی

كَبِيْرًا ۝۴۷ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَ
بزرگی ف۱۱ اور کہا مت مان منکروں کا اور دغا بازوں کا ف۱۲ اور چھوڑ دے اُن کا ستانا اور

ع ۵

یہ نکاح زیادہ مُدّت تک باقی نہ رہیگا۔ چند مصالح مہمّہ تھیں جن کا حصول اس عقد پر معلق تھا۔ الحاصل آنحضرت صلعم خود اپنے ذاتی خیال اور اس آسمانی پیشین گوئی کے اظہار سے عوام کے طعن و تشنیع کا خیال فرما کر شرماتے تھے اور زید کو طلاق کا مشورہ دینے میں بھی حیا کرتے تھے لیکن خدا کی خبر سچّی ہونی تھی اور اس کا حکم تکوینی و تشریعی ضرور تھا کہ نافذ ہو کر رہے۔ آخر کار زید نے طلاق دیدی۔ اور عدّت گذر جانے پر اللہ نے زینب کا نکاح آنحضرت صلعم سے باندھ دیا۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ آپ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ یہ ہی نکاح کی پیشینگوئی اور اس کا خیال تھا۔ اسی کو بعد میں اللہ نے ظاہر فرما دیا۔ جیسا کہ لفظ "زَوَّجْنٰكَهَا" سے ظاہر ہے اور ڈر اس بات کا تھا کہ بعض لوگ اس بات پر بدگمانی یا بدگوئی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کر بیٹھیں یا گمراہی میں ترقی نہ کریں چونکہ مصالح مہمّہ شرعیہ کے مقابلہ میں اس قسم کی جھجک بھی پیغمبر کی شان رفیع سے نازل تھی۔ اس لئے بقاعدہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" اُس کو عتاب آمیز رنگ میں بھاری کر کے ظاہر فرمایا گیا۔ جیسا کہ عموماً انبیاء علیہم السلام کی زلّات کے ذکر میں واقع ہوا ہے۔ (تنبیہ) ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکاح کی خبر پہلے سے دیدی تھی۔ اس کی روایات فتح الباری سورۂ احزاب کی تفسیر میں موجود ہیں۔ باقی جو لغو اور دور از کار قصّے اس مقام پر حاطب اللیل مفسرین و مؤرخین نے درج کر دیئے ہیں اُن کی نسبت حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "لَا يَنْبَغِى التَّشَاغُلُ بِهَا" اور ابن کثیرؒ لکھتے ہیں "اَحْبَبْنَا اَنْ نَّضْرِبَ عَنْهَا صَفْحًا لِعَدَمِ صِحَّتِهَا فَلَا نُوْرِدُهَا"۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی اللہ کا حکم اٹل ہے جو بات اُس کے یہاں طے ہو چکی ضرور ہو کر رہیگی۔ پھر پیغمبر کو ایسا کرنے میں کیا مضائقہ ہے جو شریعت میں روا ہو گیا۔ انبیاء و رُسُل کو اللہ کے پیغامات پہنچانے میں اُس کے سوا کبھی کسی کا ڈر نہیں رہا۔ (چنانچہ آپؐ نے بھی پیغام رسانی میں آج تک کسی چیز کی پروا نہیں کی نہ کسی کے کہنے سننے کے خیال سے کبھی متأثر ہوئے) پھر اس نکاح کے معاملہ میں رکاوٹ کیوں ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام کی کثرت ازواج مشہور ہے۔ جو الزام سفہاء آپ کو دے سکتے ہیں انبیائے سابقین کی لائف میں اُس سے بڑھ کر نظیریں موجود ہیں۔ لہٰذا اس طرح کی سفیہانہ اور جاہلانہ نکتہ چینیوں پر نظر نہیں کرنا چاہیئے۔ آگے بتلایا ہے کہ زید بن حارثہ جن کو آپ نے متبنّٰی کر لیا تھا آپ کے واقعی بیٹے نہیں بن گئے تھے کہ اُن کی مطلقہ سے آپ نکاح نہ کر سکیں۔ اور ایک زید کیا۔ آپؐ تو مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں۔ کیونکہ آپ کی اولاد میں یا لڑکے ہوئے جو بچپن میں گذر گئے۔ اور بعض اس آیت کے نزول کے وقت پیدا ہی نہیں ہوئے۔ یا بیٹیاں تھیں جن میں سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ذریت دنیا میں پھیلی۔

ف۲ یعنی کسی کو اُس کا بیٹا نہ جانو۔ ہاں اللہ کا رسُول ہے اس حساب سے سب اس کے روحانی بیٹے ہیں جیسا کہ ہم "اَلنَّبِىُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں۔

ف۳ یعنی آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مُہر لگ گئی۔ اب کسی کو نبوّت نہیں دی جائیگی۔ بس جن کو ملنی تھی مل چکی۔ اسی لئے آپکی نبوت کا دَورہ سب نبیوں کے بعد رکھا۔ جو قیامت تک چلتا رہیگا حضرت مسیح علیہ السلام بھی اخیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک اُمتی کے آئینگے خود اُن کی نبوت و رسالت کا عمل اُس وقت جاری نہ ہوگا جیسے آج تمام انبیاء اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں مگر شش جہت میں عمل صرف نبوت محمدیہ کا جاری و ساری ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام (زمین پر) زندہ ہوتے تو اُن کو بھی بجز میرے اتباع کے چارہ نہ تھا۔ بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیائے سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء صلعم کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سُورج کے نُور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ سُورج اُس وقت دکھائی نہیں دیتا۔ اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی صلعم پر ختم ہوتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رُتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے، آپ ہی کی مُہر لگ کر ملی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (تنبیہ) ختم نبوت کے متعلق قرآن، حدیث، اجماع وغیرہ سے سیکڑوں دلائل جمع کر کے بعض علمائے عصر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مطالعہ کے بعد

(باقی صفحہ ۵۶۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۶۳ سے ذرا تردد نہیں رہتا کہ اس عقیدہ کا منکر قطعاً کافر اور ملتِ اسلام سے خارج ہے۔ ف۴ یعنی وہ ہی جانتا ہے کہ رسالت یا ختم نبوت کو کس محل میں رکھا جائے
ف۵ یعنی حق تعالیٰ نے اتنا بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا۔ اس پر اُس کا شکر ادا کرو۔ اور منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو، اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، رات، دن، صبح، شام، ہمہ اوقات اس کو یاد رکھو۔ ف۶ یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے یہ ہی رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے علم و تقویٰ کے اُجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولت ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔ اُسی کی مہربانی سے مومنین رُشد و ہدایت اور ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں اُن کا حال ہوا، آخرت کا اعزاز و اکرام آگے مذکور ہے۔
ف۷ یعنی اللہ اُن پر سلام بھیجے گا اور فرشتے سلام کرتے ہوئے اُن کے پاس آئینگے۔ اور مؤمنین کے آپس میں بھی یہ ہی دُعا ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہے۔ ف۸ یعنی اللہ کی توحید سکھاتے اور اُس کا رستہ بتاتے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں دل سے اور عمل سے اُس پر گواہ ہیں اور محشر میں بھی اُمت کی نسبت گواہی دینگے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ ف۹ یعنی نافرمانوں کو ڈراتے اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سُناتے ہیں۔

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا ف۱ اے ایمان والو جب
نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ
تم نکاح میں لاؤ مسلمان عورتوں کو، پھر اُن کو چھوڑ دو پہلے اس سے کہ اُن کو ہاتھ لگاؤ سو اُن پر
عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝
تم کو حق نہیں عدت میں بٹھلانا کہ گنتی پوری کراؤ سو اُن کو دو کچھ فائدہ اور رخصت کرو بھلی طرح سے ف۲
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ
اے نبی ہم نے حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں جن کے مہر تو دے چکا ہے اور
مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ
جو مال ہو تیرے ہاتھ کا جو ہاتھ لگا دے تجھ کو اللہ ف۳ اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی
عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ
بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھ
وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ
اور جو عورت ہو مسلمان اگر بخشدے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے کہ
يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا
اُس کو نکاح میں لائے یہ خالص ہے تیرے لئے، سوائے سب مسلمانوں کے ہم کو معلوم ہے جو
فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ
مقرر کر دیا ہے ہم نے اُن پر اُن کی عورتوں کے حق میں اور انکے ہاتھ کے مال میں تا نہ رہے تجھ پر
حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ وَتُـــْٔوِيْٓ
تنگی اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۴ پیچھے رکھ دے تو جس کو چاہے اُن میں اور جگہ دے
اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ
اپنے پاس جس کو چاہے اور جس کو جی چاہے تیرا اُن میں سے جنکو کنارے کر دیا تھا، تو کچھ گناہ نہیں تجھ پر ف۵

ف۱ پہلے جو فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت مؤمنین کو اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں لاتی ہے۔ یہاں بتلا دیا کہ وہ اُجالا اس روشن چراغ سے پھیلا ہے۔ شاید چراغ کا لفظ اس جگہ اُس معنی میں ہو جو سورۂ نوح میں فرمایا "وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا" (اللہ نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا) یعنی آپ آفتاب نبوت و ہدایت ہیں جسکے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی سب روشنیاں اسی نُور اعظم میں محو و مُدغم ہوگئیں۔
ف۱۱ یعنی دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو حضرت کے طفیل سب اُمتوں پر بزرگی اور برتری دی۔
ف۱۲ یعنی جب اللہ نے آپ کو ایسے کمالات اور ایسی برگزیدہ جماعت عنایت فرمائی تو آپ حسب معمول فریضۂ دعوت و اصلاح کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہیئے اور اللہ جو حکم دے اُس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر و منافق کی یاوہ گوئی کی پروا نہ کیجئے۔
فوائد صفحہ ہٰذا ف۱ یعنی اگر یہ بدبخت زبان اور عمل سے آپ کو ستائیں تو ان کا خیال چھوڑ کر اللہ پر بھروسہ رکھیے۔ وہ اپنی قدرت و رحمت سے سب کام بنا دیگا۔ منکروں کو راہ پر لے آنا یا سزا دینا سب اُسی کے ہاتھ میں ہے، آپ کو اس فکر اور اُلجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ان کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ آپ طعن و تشنیع وغیرہ سے گھبرا کر اپنا کام چھوڑ بیٹھیں۔ اگر بفرض محال آپ ایسا کریں تو گویا اُن کا مطلب پورا کر دیں گے اور اُن کا کہا مان لیں گے۔ العیاذ باللہ۔

ف۲ یعنی جو مرد اپنی عورت کو بغیر صحبت کئے طلاق دے، اگر اُس کا مہر بندھا تھا تو نصف مہر دینا ہوگا ورنہ کچھ فائدہ پہنچا کر (یعنی عُرف اور حیثیت کے موافق ایک جوڑا پوشاک دے کر) خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دے۔ اور عورت اُسی وقت چاہے تو نکاح کر لے۔ اس صورت میں عدّت نہیں۔ (حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ بھی صحبت کے حکم میں ہے تفصیل فقہ میں دیکھ لی جائے) یہ مسئلہ یہاں بیان فرمایا حضرت کی ازواج کے ذکر میں جس کا سلسلہ دُور سے چلا آتا تھا۔ درمیان میں چند آیات ضمنی مناسبت سے آگئی تھیں۔ یہاں سے پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ جب اُس کے نزدیک گئے کہنے لگی اللہ تجھ سے پناہ دے، حضرت نے اُس کو جواب دیا کہ تُو نے بڑے کی پناہ پکڑی۔ اُس پر یہ حکم فرمایا اور خطاب فرمایا، ایمان والوں کو تا معلوم ہو کہ پیغمبر کا خاص حکم نہیں، سب مسلمانوں پر یہ ہی حکم ہے۔ اسی کے موافق حضرت نے اُس کو جوڑا دے کر رخصت کر دیا۔ پھر وہ ساری عمر اپنی محرومی پر پچھتاتی رہی۔

ف۳ یعنی لونڈیاں، باندیاں جو غنیمت وغیرہ سے ہاتھ لگی ہوں۔ ف۴ تیری عورتیں جن کا مہر دے چکا یعنی جو اب تیرے نکاح میں ہیں خواہ قریش سے ہوں اور مہاجر ہوں یا نہ ہوں سب حلال رہیں، اِن میں سے کسی کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور چچا، پھوپی، ماموں، خالہ کی بیٹیاں یعنی قریش میں کی جو باپ یا ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں بشرط ہجرت کے حلال ہیں اُن سے نکاح کر سکتے ہو۔ اور جو عورت بخشے نبی کو اپنی جان یعنی بلا مہر کے نکاح میں آنا چاہے وہ بھی حلال ہے اگر آپ اس طرح نکاح میں لانا پسند کریں۔ یہ اجازت خاص پیغمبر کے لئے ہے گو آپ نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا (کما فی الفتح) شاید "اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ" کی شرط سے اباحت مرجوحہ سمجھی ہو۔ بہر حال دوسرے مسلمانوں کے لئے وہ ہی حکم ہے جو معلوم ہو چکا "اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ" (نساء۔ رکوع ۴) یعنی بلا مہر نکاح نہیں، خواہ عقد کے وقت ذکر آیا خواہ پیچھے ٹھہرا لیا یا نہ ٹھہرایا تو مہر مثل (جو اُس کی قوم کا مہر ہو) واجب ہوگا پیغمبر پر سے اللہ تعالیٰ نے یہ مہر کی قید اُٹھا دی تھی۔ برخلاف مؤمنین کے کہ اُن کو نہ چار سے زائد کی اجازت نہ بدون مہر کے نکاح درست۔ (تنبیہ) آنحضرت صلعم نے پچیس سال کی عمر تک جو شباب کی اُمنگوں کے اصلی دن ہوتے ہیں محض تجرّد میں گذارے۔ پھر اقربا کے اصرار اور دوسری جانب کی درخواست پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے (جن کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں) آپ نے عقد کیا۔ ترپن سال کی عمر تک پورے سکون و طمانیت سے اسی پاکباز بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہ ہی زمانہ تھا کہ آپ ساری دنیا

(باقی صفحہ ۵۶۵)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۶۴ - سے الگ غاروں اور پہاڑوں میں جا کر خدائے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ اللہ کی نیک بندی آپ کے لئے توشہ تیار کرتی اور عبادت الٰہی اور سکون قلبی کے حصول میں آپ کی اعانت وامداد کیا کرتی تھی۔ زندگی کے اس طویل عرصہ میں جو دوسرے لوگوں کے لئے عموماً نفسانی جذبات کی انتہائی ہنگامہ خیزیوں کے اُٹھ اُٹھ کر ختم ہو جانے کا زمانہ ہوتا ہے، کوئی معاند سے معاند اور کٹر سے کٹر متعصب دشمن کبھی ایک حرف ایک نقط، ایک شوشہ آپ کی پیغمبرانہ عصمت اور خارق عادت عفاف و پاکبازی کے خلاف نقل نہیں کر سکتا۔ اور واضح رہے کہ یہ اُس اکمل البشر کی سیرت کا ذکر ہے جس نے خود اپنی نسبت فرمایا کہ مجھ کو جو جسمانی قوت عطا ہوئی ہے وہ اہل جنت میں سے چالیس مردوں کی برابر ہے جن میں سے ایک مَرد کی قوت سَو کی برابر ہوگی گویا اس حساب سے دنیا کے چار ہزار مَردوں کی برابر قوت حضور کو عطا فرمائی گئی تھی۔ اور بیشک دنیا کے اکمل ترین بشر کی تمام روحانی وجسمانی قوتیں ایسے ہی اعلیٰ اور اکمل پیمانہ پر ہونی چاہئیں۔ اس حساب سے اگر فرض کیجئے چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں تو آپ کی قوت کے اعتبار سے اس درجہ میں شمار کیا جا سکتا تھا جیسے ایک مرد ایک عورت سے نکاح کر لے۔ لیکن اللہ اکبر! اس شدید ریاضت اور ضبطِ نفس کا کیا ٹھکانا ہے کہ ترپن سال کی عمر اس تجرد یا زہد کی حالت میں گذار دی۔ پھر حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد اپنے سب سے بڑے جاں نثار و وفادار رفیق کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ سے عقد کیا۔ ان کے سوا آٹھ بیوائیں آپ کے نکاح میں آئیں۔ وفات کے بعد نو موجود تھیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت عائشہ، حضرت حفصہ حضرت سودہ، حضرت اُم سلمہ، حضرت زینب، حضرت اُم حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن و ارضاہن (ان میں پچھلی تین قریشی نہیں) دنیا کا سب سے بڑا بے مثال انسان جو اپنے فطری قویٰ کے لحاظ سے کم از کم چار ہزار بیویوں کا مستحق ہو، کیا نو کا عدد دیکھ کر کوئی انصاف پسند اُس پر کثرت ازدواج کا الزام لگا سکتا ہے۔ پھر جب ہم ایک طرف دیکھتے ہیں کہ آپ کی عمر ترپن سال سے متجاوز ہو چکی تھی، باوجود عظیم الشان فتوحات کے ایک دن پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے۔ جو آتا اللہ کے راستہ میں دے ڈالتے، اختیاری فقر وفاقہ سے پیٹ کو پتھر باندھتے، مہینوں ازواج مطہرات کے مکانوں سے دھواں نہ نکلتا، پانی اور کھجور پر گذارہ چلتا۔ روزہ پر روزہ رکھتے، کئی کئی دن افطار نہ کرتے، راتوں کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہنے سے پاؤں پر ورم ہو جاتا، لوگ دیکھ کر رحم کھانے لگتے، عیش و طرب کا سامان تو کجا، تمام بیویوں سے صاف کہہ دیا تھا کہ جسے آخرت کی زندگی پسند ہو۔ ہمارے ساتھ رہے جو دنیا کا عیش چاہے رخصت ہو جائے۔ اِن حالات کے باوجود دوسری طرف دیکھا جاتا ہے کہ سب ازواج کے حقوق ایسے اکمل واحسن طریقہ سے ادا فرماتے جس کا تحمل بڑے سے بڑا طاقتور مرد نہیں کر سکتا۔ اور مَیدان جنگ میں لشکروں کے مقابلہ پر جب بڑے بڑے جوانمرد بہادر دل چھوڑ بیٹھتے تھے آپ پہاڑ کی طرح ڈٹے رہتے اور زبان سے فرماتے "اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ! اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ" اور "اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ"۔ بیویوں کا تعلق فرائض عبودیت ورسالت کی بجا آوری میں ذرہ برابر فرق نہ ڈالتا۔ نہ کسی سخت سے سخت کٹھن کام میں ایک منٹ کے لئے ضعف وتعب لاحق ہوتا۔ کیا یہ خارق عادت احوال اہل بصیرت کے نزدیک معجزہ سے کچھ کم ہیں؟ حقیقت میں جس طرح آپ کا بچپن اور آپ کی جوانی ایک معجزہ تھی، بڑھاپا بھی ایک معجزہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کی پاک زندگی کے ہر ایک دَور میں پاکباز متقیوں کے لئے کچھ نمونے رکھ دیے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اُن کی عملی رہبری کر سکیں۔ ازواج مُطہرات کی جس نام نہاد کثرت پر مخالفین کو اعتراض ہے وہ ہی اُمت مرحومہ کے لئے اس کا ذریعہ بنی کہ پیغمبر کا اتباع کرنے والے مرد اور عورتیں اُن حکموں اور نمونوں سے بے تکلف واقف ہوں جو بالخصوص باطنی احوال اور خانگی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا کثرت ازواج میں ایک بڑی مصلحت یہ ہوئی کہ خانگی معاشرت اور نسوانی مسائل کے متعلق نبی کے احکام اور اسوۂ حسنہ کی اشاعت کافی حد تک بے تکلف ہو سکے۔ نیز مختلف قبائل وطبقات کی عورتوں کے آپ کی خدمت میں رہنے سے اُن قبائل اور جماعتوں کو آپکی دامادی کا شرف حاصل ہوا اور اس طرح اُن کی وحشت ونفرت بھی کم ہوئی۔ اور اپنے کنبہ کی عورتوں سے آپ کی پاکدامنی، خوبی اخلاق، حُسن معاملہ اور بے لوث کیرکٹر کو سُن کر اسلام کی طرف رغبت بڑھی شیطانی شکوک و اوہام کا ازالہ ہوا، اور اس طرح خدا کے عاشقوں، آپ کے فداکاروں اور دنیا کے ہادیوں کی وہ عظیم الشان جماعت تیار ہوئی جس سے زیادہ پرہیزگار و پاکباز کوئی جماعت (بجز انبیاء کے) آسمان کے نیچے کبھی نہیں پائی گئی اور جو کسی بڑے کیرکٹر رکھنے والے کی تربیت میں محال تھا کہ تیار ہو سکے۔

ف۱ یعنی واہبۃ النفس کے متعلق اختیار ہے قبول کرو یا نہ کرو۔ اور موجودہ بیویوں میں سے جس کو چاہو رکھو یا طلاق دے دو۔ نیز جو بیویاں رہیں آپ پر قسم (باری باری سے رہنا) واجب نہیں، جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کر سکتے ہیں۔ اور جسے کنارے کر دیا ہو اُسے دوبارہ واپس لینے کا بھی اختیار ہے۔ یہ حقوق و اختیارات آپ کو دیے گئے تھے، مگر آپ نے مدت العمر ان سے کام نہیں لیا۔ معاملات میں اس قدر عدل و مساوات کی رعایت فرماتے تھے جو بڑے سے بڑا محتاط آدمی نہیں کر سکتا۔ اس پر بھی اگر قلبی میلان کسی کی طرف بے اختیار ہوتا تو فرماتے "اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ" (اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے اُن چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں، جو چیز صرف تیرے قبضہ میں ہے میرے اختیار میں نہیں اُس پر ملامت نہ کیجیے) شاید "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا" میں اسی طرف اشارہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کسی مرد کے کئی عورتیں ہوں تو اُس پر باری سے سب کے پاس برابر رہنا واجب ہے، حضرت پر یہ واجب نہ تھا۔ اس واسطے کہ عورتیں اپنا حق نہ سمجھیں، تو جو دیں راضی ہو کر قبول کریں (ورنہ روز یہی کشمکش اور جھنجھٹ رہا کرتی، مہماتِ دین میں خلل پڑتا، اور ازواج کی نظر بھی دنیا سے بالکل یکسو ہو کر مقصدِ اصلی کی طرف نہ رہتی۔ اسی غم و فکر میں مبتلا رہا کرتیں) پر حضرت نے اپنی طرف سے فرق نہیں کیا سب کی باری برابر رکھی۔ ایک حضرت سودہؓ نے (جب عمر زیادہ ہو گئی) اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی۔"

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ

اس میں قریب ہے کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں اُن کی اور غم نہ کھائیں اور راضی رہیں اُس پر جو

اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

تُو نے دیا اُن سب کی سب کو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور ہے اللہ

عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝۵۱ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ

سب کچھ جاننے والا تحمل والا ف۱ حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس کے بعد اور نہ یہ کہ اُنکے بدلے

بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ

کر لے اور عورتیں اگرچہ خوش لگے تجھ کو اُن کی صورت ف۲ مگر جو مال ہو تیرے ہاتھ کا ف۳

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝۵۲ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ع

اور ہے اللہ ہر چیز پر نگہبان ف۴ اے ایمان والو

لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ

مت جاؤ نبی کے گھروں میں مگر جو تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ

نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا

راہ دیکھنے والے اُسکے پکنے کی لیکن جب تم کو بلائے تب جاؤ ف۵ پھر جب کھا چکو تو آپ آپ کو چلے جاؤ

وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ

اور نہ آپس میں جی لگا کر بیٹھو باتوں میں ف۶ اس بات سے تمہاری تکلیف تھی نبی کو

فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ

پھر تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ شرم نہیں کرتا ٹھیک بات بتلانے میں ف۷ اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے

مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ

کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ کے باہر سے اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل کو اور

قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا

اُن کے دل کو ف۸ اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو

ف۲ یعنی جتنی قسمیں "اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ الخ" میں فرما دیں، اُس سے زیادہ حلال نہیں۔ اور جو اب موجود ہیں اُن کو بدلنا حلال نہیں یعنی یہ کہ ان میں سے کسی کو اس لئے چھوڑ دو کہ دوسری اس کی جگہ لاؤ۔ حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ یہ ممانعت آخر کو موقوف ہو گئی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے نہ اس کے بعد کوئی نکاح کیا نہ ان میں سے کسی کو بدلا۔ آپ کی وفات کے وقت سب ازواج برابر موجود رہیں۔

ف۳ یعنی لونڈی باندی۔ حضرت کی دو حرم مشہور ہیں۔ ایک ماریہ قبطیہ جن کے شکم سے صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے بچپن میں انتقال کر گئے۔ دوسری ریحانہ، رضی اللہ عنہما۔

ف۴ یعنی اللہ کی نگاہ میں ہے جو اُس کے احکام و حدود کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں کرتے، اُس کا خیال رکھ کر کام کرنا چاہئے۔

ف۵ یعنی بدون حکم و اجازت کے دعوت میں مت جاؤ اور جب تک بلائیں نہیں پہلے سے جا کر نہ بیٹھو کہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑے۔ اور گھر والوں کے کام کاج میں ہرج واقع ہو۔

ف۶ یعنی کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھر کا رستہ لینا چاہئے وہاں مجلس جمانے سے میزبان اور دوسرے مکان والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ باتیں گو نبی کے مکانوں کے متعلق فرمائی ہیں۔ کیونکہ شانِ نزول کا تعلق اُن ہی سے تھا۔ مگر مقصود ایک عام ادب سکھلانا ہے۔ بے دعوت کسی کے یہاں کھانا کھانے کی غرض سے جا بیٹھنا یا طفیلی بن کر جانا، یا کھانے سے قبل یوں ہی مجلس جمانا، یا فارغ ہونے کے بعد گپ شپ لڑانا درست نہیں۔

ف۷ یعنی آپ حیا کی وجہ سے اپنے نفس پر تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ لحاظ کی وجہ سے صاف نہیں فرماتے کہ اُٹھ جاؤ مجھے کلفت ہوتی ہے یہ تو آپ کے اخلاق اور مروت کی بات ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری تادیب و اصلاح میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اس نے بہرحال پیغمبر ہی کی زبان سے اپنے احکام سُنا دیئے۔

ف۸ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھلائے۔ کبھی کھانے کو حضرت کے گھر میں جمع ہوتے تو پیچھے باتیں کرنے لگ جاتے۔ حضرت کا مکان آرام کا وہ ہی تھا۔ شرم سے نہ فرماتے کہ اُٹھ جاؤ۔ اُن کے واسطے اللہ نے فرما دیا، اور اس آیت میں حکم ہوا پردہ کا کہ مرد حضرت کی ازواج کے سامنے نہ جائیں۔" کوئی چیز مانگنی ہو تو وہ بھی پردہ کے پیچھے سے مانگیں اس میں جانبین کے دل ستھرے اور صاف رہتے ہیں اور شیطانی وساوس کا استیصال ہو جاتا ہے۔

اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾
اُسکی عورتوں سے اُس کے پیچھے کبھی البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے یہاں بڑا گناہ ہے ف۱

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾
اگر کھول کر کہو تم کسی چیز کو یا اُس کو چھپاؤ سو اللہ ہے ہر چیز کو جاننے والا ف۲

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ
گناہ نہیں اُن عورتوں کو سامنے ہونے کا اپنے باپوں سے اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے

وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا
اور نہ اپنے بھائی کے بیٹوں سے اور نہ اپنی بہن کے بیٹوں سے اور نہ اپنی عورتوں سے اور نہ

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
اپنے ہاتھ کے مال سے ف۳ اور ڈرتی رہو اے عورتو اللہ سے بیشک اللہ کے سامنے ہے ہر

شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا
چیز ف۴ اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
ایمان والو رحمت بھیجو اُس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر ف۵ جو لوگ

يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ
ستاتے ہیں اللہ کو اور اُسکے رسول کو اُن کو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور

اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ
تیار رکھا ہے اُنکے واسطے ذلت کا عذاب ف۶ اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور

الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا
مسلمان عورتوں کو بدون گناہ کئے تو اُٹھایا انہوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ

مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ ع ۷
کا ف۷ اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو

ف۱ یعنی کافر منافق جو چاہیں بکتے پھریں اور ایذا رسانی کریں، مؤمنین جو دلائل و براہین کی روشنی میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انتہائی راستبازی اور پاکبازی کو معلوم کر چکے ہیں، اُنہیں لائق نہیں کہ حضورؐ کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپؐ کی ایذا کا سبب بن جائے۔ لازم ہے کہ مؤمنین اپنے محبوب و مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں، مبادا غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت صادر ہو جائے اور دنیا و آخرت کا خسارہ اُٹھانا پڑے۔ ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بڑا بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا چاہے یا ایسے نالائق ارادہ کا حضورؐ کی موجودگی میں اظہار کرے ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کی مخصوص عظمت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ روحانی حیثیت سے وہ تمام مؤمنین کی محترم مائیں قرار دی گئیں۔ کیا کسی اُمتی کے عقد نکاح میں آنے کے بعد اُن کا یہ احترام کماحقہٗ ملحوظ رہ سکتا ہے یا آپ کے بعد وہ خانگی بکھیڑوں میں پڑ کر تعلیم و تلقین دین کی اُس اعلیٰ غرض کو آزادی کے ساتھ پورا کر سکتی ہیں جس کے لئے ہی فی الحقیقت قدرت نے نبی کی زوجیت کے لئے اُن کو چُنا تھا۔ اور کیا کوئی پرلے درجہ کا بحس و بے شعور انسان بھی باور کر سکتا ہے کہ سید البشر امام المتقین اور پیکر خلق عظیم کی خدمت میں عمر گذارنے والی خاتون ایک لمحہ کے لئے بھی کسی دوسری جگہ رہ کر قلبی مسرت و سکون حاصل کرنے کی اُمید رکھ سکے گی۔ خصوصاً جبکہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ وہ منتخب خواتین تھیں جن کے سامنے دنیا و آخرت کے دو راستوں میں سے ایک راستہ انتخاب کے لئے پیش کیا گیا تو انہوں نے بڑی خوشی اور آزادی سے دنیا کے عیش و بہار پر لات مار کر اللہ و رسول کی خوشنودی اور آخرت کا راستہ اختیار کر لینے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضور کی وفات کے بعد کیسے عدیم النظیر زہد و ورع اور صبر و توکل کے ساتھ ان مقدس خواتین جنت نے عبادت الٰہی میں اپنی زندگیاں گذاریں اور احکام دین کی اشاعت اور اسلام کی خدمات مہمہ کے لئے اپنے کو وقف کئے رکھا اُن میں سے کسی ایک کو کبھی بھول کر بھی دنیا کی لذتوں کا خیال نہیں آیا۔ اور کیسے آ سکتا تھا جبکہ پہلے ہی حق تعالیٰ نے "يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" فرما کر اُن کے تزکیہ و تطہیر کی کفالت فرمائی تھی۔ رضی اللہ عنہن وارضاہن وجعلنا ممن یعظمہن حق تعظیمہن فوق ما نعظم امہاتنا التی ولدننا۔ آمین اس مسئلہ کی نہایت محققانہ بحث حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی کتاب آبحیات میں ہے۔

ف۲ یعنی زبان سے کہنا تو کجا دل میں بھی ایسا وسوسہ کبھی نہ لانا۔ اللہ کے سامنے ظاہر و باطن سب یکساں ہے دل کا کوئی بھید اُس سے پوشیدہ نہیں۔

ف۳ اُوپر ازواج مطہرات کے سامنے مردوں کے جانے کی ممانعت ہوئی تھی۔ اب بتلا دیا کہ محارم کا سامنے جانا منع نہیں۔ اس بارہ میں جو حکم عام مستورات کا سورہ "نور" میں گذر چکا وہ ہی ازواج مطہرات کا ہے۔ "وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ" کی تشریح ہم سورہ "نور" میں کر چکے ہیں وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

ف۴ یعنی پردہ کے جو احکام بیان ہوئے اور جو استثناء کیا گیا پوری طرح ملحوظ رکھو ذرا بھی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔ ظاہر و باطن میں حدود الٰہیہ محفوظ رہنی چاہئیں۔ اللہ سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں۔ "يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ"۔

ف۵ "صلوٰۃ النبیؐ" کا مطلب ہے "نبی کی ثناء و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ" پھر جس کی طرف "صلوٰۃ" منسوب ہوگی اُسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت و عطوفت مُراد لینگے، جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اُس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جُداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ اللہ بھی نبی کریم صلعم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ کی ثناء اور اعزاز و اکرام کرتا ہے۔ اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں، مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔ آگے مؤمنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہئے۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مؤمنین کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ "السلام" کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ") "صلوٰۃ" کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں۔ آپ نے یہ درود شریف تلقین کیا۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔" غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ اُس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں اُن کے رُتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور اُنکے ساتھ اُنکے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ اُن پر اُنکے لائق رحمت اُترتی ہے، اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں

(باقی برصفحہ ۵۷۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۶۷ - اُترتی ہیں مانگنے والے پر۔ اب جس کا جتنا جی چاہے اُتنا حاصل کرلے"۔ (تنبیہ) صلوٰۃ علی النبی کے متعلق مزید تفصیلات اِن مختصر فوائد میں نہیں سما سکتیں شروحِ حدیث میں مطالعہ کی جائیں۔ اور اس باب میں شیخ شمس الدین سخاویؒ کا رسالہ "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" قابل دید ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ ف۶ اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم صلعم کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ اُن کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اب بتلایا کہ اللہ و رسُول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون و مطرود اور سخت رسوا کُن عذاب میں مبتلا ہونگے۔ اللہ کو ستانا یہی ہے کہ اُس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اُس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں۔ ف۷ یہ منافق تھے جو پیٹھ پیچھے بدگوئی کرتے رسُول کی، یا آپ کی ازواج طاہرات پر جھوٹ طوفان اُٹھاتے جیسا کہ سورۂ "نور" میں گذر چکا۔ آگے بعض ایذاؤں کے انسداد کا بندوبست کیا گیا ہے جو مسلمان عورتوں کو اُن کی طرف سے پہنچتی تھیں۔ روایات میں ہے کہ مسلمان مستورات جب ضروریات کے لئے باہر نکلتیں، بدمعاش منافق تاک میں رہتے۔ اور چھیڑ چھاڑ کرتے پھر پکڑے جاتے تو کہتے ہم نے سمجھا نہیں تھا کہ کوئی شریف عورت ہے۔ لونڈی باندی سمجھ کر چھیڑ دیا تھا۔

يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ
نیچے لٹکالیں اپنے اُوپر تھوڑی سی اپنی چادریں ف۱ اس میں بہت قریب ہے کہ پہچانی پڑیں
فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ
تو کوئی اُن کو نہ ستائے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۲ البتہ اگر باز نہ آئے منافق
وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ
اور جن کے دل میں روگ ہے ف۳ اور جھوٹی خبریں اُڑانیوالے مدینہ میں ف۴ تو ہم لگا دینگے تجھکو
بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا
اُنکے پیچھے پھر نہ رہنے پائیں گے تیرے ساتھ اُس شہر میں مگر تھوڑے دنوں پھٹکارے ہوئے جہاں
ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ
پائے گئے پکڑے گئے اور مارے گئے جان سے ف۵ دستور پڑا ہوا ہے اللہ کا اُن لوگوں میں جو
خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾ يَسْأَلُكَ
پہلے ہو چکے ہیں اور تو نہ دیکھے گا اللہ کی چال بدلتی ف۶ لوگ تجھ سے
النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ
پوچھتے ہیں قیامت کو تو کہہ اُس کی خبر ہے اللہ ہی کے پاس اور تو کیا جانے
لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَ
شاید وہ گھڑی پاس ہی ہو ف۷ بیشک اللہ نے پھٹکار دیا ہے منکروں کو اور
أَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ﴿٦٤﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَّا يَجِدُونَ وَلِيًّا
رکھی ہے اُنکے واسطے دہکتی ہوئی آگ ف۸ رہا کریں اسی میں ہمیشہ نہ پائیں کوئی حمایتی
وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ
اور نہ مددگار جس دن اوندھے ڈالے جائینگے اُن کے مُنہ آگ میں ف۹ کہیں گے
يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا
کیا اچھا ہوتا جو ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا رسُول کا ف۱۰ اور کہیں گے اے رب ہم نے

فوائد صفحہ ہٰذا۔ ف۱ یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھُلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپا لینا چاہئے۔ لونڈی باندیوں کو ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اس کا مکلف نہیں کیا۔ کیونکہ کاروبار میں حرج عظیم واقع ہوتا ہے۔

ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی پہچانی پڑیں کہ لونڈی نہیں بی بی ہے صاحب ناموس، بدذات نہیں نیک بخت ہے، تو بدنیت لوگ اُس سے نہ اُلجھیں۔ گھونگھٹ اُس کا نشان رکھ دیا۔ یہ حکم بہتری کا ہے۔ آگے فرمادیا اللہ ہے بخشنے والا مہربان"۔ یعنی باوجود اہتمام کے کچھ تقصیر رہ جائے تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع ہے۔ (تنبیہ) یہ تو آزاد عورتوں کے متعلق انتظام تھا کہ انہیں پہچان کر ہر ایک کا حوصلہ چھیڑنے کا نہ ہو، اور جھوٹے عذر کرنے کا موقع نہ رہے۔ آگے عام چھیڑ چھاڑ کی نسبت دھمکی دی ہے خواہ بی بی سے ہو یا لونڈی سے۔

ف۳ یعنی جن کو بدنظری اور شہوت پرستی کا روگ لگا ہوا ہے۔

ف۴ یہ غالباً یہود ہیں جو اکثر جھوٹی خبریں اُڑا کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا کرتے تھے اور ممکن ہے منافق ہی مُراد ہوں۔

ف۵ یعنی اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مُسلط کر دینگے تا چند روز میں ان کو مدینہ سے نکال باہر کریں، اور جتنے دن رہیں ذلیل و مرعوب ہو کر رہیں چنانچہ یہود نکالے گئے اور منافقوں نے دھمکی سُن کر شاید اپنا رویہ بدل دیا ہوگا اس لئے سزا سے بچے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو لوگ بدنیت تھے مدینہ میں عورتوں کو چھیڑتے، ٹوکتے، اور جھوٹی خبریں اُڑاتے، مخالفوں کے زور اور مسلمانوں کے ضعف و شکست کی"۔ اُن کو یہ فرمایا۔

ف۶ یعنی عادت اللہ یہ ہی رہی ہے کہ پیغمبروں کے مقابلہ میں جنہوں نے شرارتیں کیں اور فتنے فساد پھیلائے اسی طرح ذلیل و خوار، یا ہلاک کئے گئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ پہلی کتابوں میں بھی یہ حکم ہوا ہے کہ مفسدوں کو اپنے درمیان سے نکال باہر کرو جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ "تورات" سے نقل فرماتے ہیں۔

ف۷ گو قیامت کے وقت کی ٹھیک تعیین کر کے اللہ نے کسی کو نہیں بتلایا مگر یہاں اُس کے قرب کی طرف اشارہ کر دیا۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے شہادت کی اور بیچ کی انگلی اُٹھا کر فرمایا "اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" (میں اور قیامت اِن دو انگلیوں کی طرح ہیں) یعنی بیچ کی انگلی جس قدر آگے نکلی ہوئی ہے میں قیامت سے بس اتنا پہلے آگیا ہوں قیامت بہت قریب لگی چلی آرہی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "شاید یہ بھی منافقوں نے ہٹ کھنڈا پکڑا ہوگا کہ جس چیز کا (دنیا میں کسی کے پاس) جواب نہیں وہ ہی بار بار سوال کریں۔ اس پر یہاں ذکر کر دیا"۔ اور ممکن ہے پہلے جو فرمایا تھا "لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا" اس پر بطور تکذیب و استہزاء کے کہتے ہونگے کہ وہ قیامت اور آخرت کب آئے گی جس کی دھمکیاں دی جاتی ہیں؟ آخر اُس کا کچھ وقت تو بتاؤ۔

ف۸ اسی پھٹکار کا اثر ہے کہ لاطائل سوالات کرتے ہیں، انجام کی فکر نہیں کرتے۔

ف۹ یعنی اوندھے مُنہ ڈال کر اُن کے چہروں کو آگ میں اُلٹ پلٹ کیا جائیگا۔

ف۱۰ اُس وقت حسرت کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ و رسول کے کہنے پر چلتے تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔

اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ٦٧ رَبَّنَآ
کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا پھر اُنہوں نے چُکا دیا ہم کو راہ سے اے رب

اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ٦٨ يٰٓاَيُّهَا
اُن کو دے دونا عذاب اور پھٹکار اُن کو بڑی پھٹکار ف۱ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا
ایمان والو تم مت ہو اُن جیسے جنہوں نے ستایا مُوسیٰ کو پھر بے عیب دکھلا دیا اُس کو اللہ نے

قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ٦٩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا
اُنکے کہنے سے اور تھا اللہ کے یہاں آبرو والا ف۲ اے ایمان والو ڈرتے رہو

اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ٧٠ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ
اللہ سے اور کہو بات سیدھی کہ سنوار دے تمہارے واسطے تمہارے کام اور

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا
بخشدے تم کو تمہارے گناہ اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اُس کے رسُول کے اُس نے پائی بڑی

عَظِيْمًا ٧١ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
مراد ف۳ ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور

الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ
پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اُس کو اٹھائیں اور اُس سے ڈر گئے اور اُٹھا لیا اُس کو انسان نے

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ٧٢ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ
یہ ہے بڑا بے ترس نادان ف۴ تاکہ عذاب کرے اللہ منافق مردوں کو اور

الْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
عورتوں کو اور شرک والے مردوں کو اور عورتوں کو اور معاف کرے اللہ ایمان دار مردوں کو

وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ٧٣
اور عورتوں کو اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۵

ف۱ یہ شدت غیظ سے کہینگے کہ ہمارے ان دنیوی سرداروں اور مذہبی پیشواؤں نے دھوکے دیکر اور جھوٹ فریب کہکر اس مصیبت میں پھنسوایا۔ اِن ہی کے اغوا پر ہم راہِ حق سے بھٹکے رہے۔ اگر ہمیں سزا دیجاتی ہے تو ان کو دوگنی سزا دیجئے۔ اور جو پھٹکار ہم پر ہے اس سے بڑی پھٹکار ان بڑوں پر پڑنی چاہیئے۔ گویا اُن کو دوگنی سزا دلوا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہینگے۔ اسی مضمون کی ایک آیت سورۂ "اعراف" کے چوتھے رکوع میں گذرچکی ہے۔ وہیں اُن کی اس فریاد کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

ف۲ یعنی تم ایسا کوئی کام یا کوئی بات نہ کرنا جس سے تمہارے نبی کو ایذا پہنچے۔ نبی کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، کیونکہ اللہ کے ہاں اُن کی بڑی آبرو ہے وہ سب اذیت دہ باتوں کو رَد کر دیگا ہاں تمہاری عاقبت خراب ہوگی۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت لوگوں نے کیسی اذیت دہ باتیں کہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی وجاہت و مقبولیت کی وجہ سے سب کا ابطال فرما دیا اور موسیٰ کا بے خطا اور بے داغ ہونا ثابت کر دیا۔ روایات میں ہے کہ بعض مفسد حضرت موسیٰ کو تہمت لگانے لگے کہ حضرت ہارون کو جنگل میں لے جا کر قتل کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خارق عادت طریقہ سے اُس کی تردید کر دی۔ اور صحیحین میں ہے کہ حضرت موسیٰ حیا کی وجہ سے (ابنائے زمانہ کے دستور کے خلاف) چھپ کر غسل کرتے تھے، لوگوں نے کہا کہ ان کے بدن میں کچھ عیب ہے، برص کا داغ یا خصیہ پھولا ہوا۔ ایک روز حضرت موسیٰ اکیلے نہانے لگے۔ کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے وہ پتھر کپڑے لیکر بھاگا حضرت موسیٰ عصا لیکر اُسکے پیچھے دوڑے، جہاں سب لوگ دیکھتے تھے پتھر کھڑا ہو گیا سب نے برہنہ دیکھکر معلوم کر لیا کہ بے عیب ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے "پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید بے عیباں را لباس عُریانی داد"۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ قارون نے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر مجمع میں کہلا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام (العیاذ باللہ) اُسکے ساتھ مبتلا ہیں۔ حق تعالیٰ نے آخر کار قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور اسی عورت کی زبان سے اِس تہمت کی تردید کرائی جیسا کہ سورۂ "قصص" میں گذرا۔ (تنبیہ) موسیٰ علیہ السلام کا پتھر کے تعاقب میں برہنہ چلے جانا مجبوری کی وجہ سے تھا اور شاید یہ خیال بھی نہ ہو کہ پتھر مجمع میں لیجا کر کھڑا کر دیگا۔ یہ پتھر کی یہ حرکت وہ بطور خرق عادت تھی۔ خوارق عادات پر ہم نے ایک مستقل مضمون لکھا ہے اُسے پڑھ لینے کے بعد اس قسم کی جزئیات میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں رہتی بہرحال اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انبیاء علیہم السلام کو جسمانی و روحانی عیوب سے پاک ثابت کرنیکا کس قدر اہتمام ہے تا لوگوں کے دلوں میں اُن کی طرف سے تنفر اور استخفاف کے جذبات پیدا ہو کر قبول حق میں رکاوٹ نہ ہو۔

ف۳ یعنی اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں حقیقت میں اللہ و رسول کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا مُراد کو پہنچ گیا۔

ف۴ یعنی ستم کر دیئے، جو بوجھ آسمان، زمین اور پہاڑوں سے نہ اُٹھ سکتا تھا اس نادان نے اپنے نازک کندھوں پر اُٹھا لیا۔ ؎ آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ۔ قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی اپنی جان پر ترس نہ کھایا۔ امانت کیا ہے؟ پرائی چیز رکھنی اپنی خواہش کو روک کر۔ آسمان و زمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں، یا ہے تو وہ ہی ہے جس پر قائم ہیں۔ انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اُس کے۔ اُس پرائی چیز (یعنی حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تھامنا بڑا زور چاہتا ہے۔ اُس کا انجام یہ ہے کہ منکروں کو قصور پر پکڑا جائے اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے۔ اب بھی یہ ہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کر دے تو بدلہ (ضمان) دینا پڑیگا اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو بدلہ نہیں۔" (موضح) اصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ایک خاص امانت مخلوق کی کسی نوع میں رکھنے کا ارادہ کیا جو اُس امانت کو اگر چاہے تو اپنی سعی و کسب اور قوتِ بازو سے محفوظ رکھ سکے اور ترقی دے سکے۔ تا اس سلسلہ میں اللہ کی ہر قسم کی شئون و صفات کا ظہور ہو مثلاً اس نوع کے جو افراد امانت کو پوری طرح محفوظ رکھیں اور ترقی دیں اُن پر انعام و اکرام کیا جائے۔ جو غفلت یا شرارت سے ضائع کر دیں اُن کو سزا دی جائے اور جو لوگ اس بارہ میں قدرے کوتاہی کریں اُن سے عفو و درگذر کا معاملہ ہو میرے خیال میں یہ امانت ایمان و ہدایت کا ایک تخم ہے جو قلوب بنی آدم میں بکھیر اگیا۔ جس کو مابہ التکلیف بھی کہہ سکتے ہیں۔ "لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ" اسی کی نگہداشت اور تردد کرنے سے ایمان کا درخت اُگتا ہے گویا بنی آدم کے قلوب اللہ کی زمینیں ہیں، بیج بھی اُسی نے ڈالا ہے بارش برسانے کے لئے رحمت کے بادل بھی اُس نے بھیجے جن کے سینوں سے وحی الٰہی کی بارش ہوئی۔ آدمی کا فرض یہ ہے کہ ایمان کے اس بیج کو جو امانت الٰہیہ ہے ضائع نہ ہونے دے بلکہ پوری سعی و جہد اور تردد و تفقد سے اُس کی پرورش کرے مبادا غلطی یا غفلت سے بجائے درخت اُگنے کے بیج بھی سوخت ہو جائے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ حذیفہؓ کی اس حدیث میں "اِنَّ الْاَمَانَۃَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ فِیْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ" (الحدیث) یہ امانت وہ ہی تخم ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوب رجال میں تہ نشین کیا گیا۔ پھر علوم قرآن و سنت کی بارش ہوئی جس سے اگر ٹھیک طور پر انتفاع کیا جائے تو ایمان کا پودا اُگے، بڑھے، پھولے، پھلے اور آدمی کو اُسکے ثمرۂ شیریں سے لذت اندوز ہونے کا موقع ملے۔ اگر انتفاع میں کوتاہی کی جائے تو اُسی قدر درخت کے اُبھرنے اور پھولنے پھلنے میں نقصان رہے یا بالکل غفلت برتی جائے تو سرے سے تخم بھی برباد ہو جائے۔ یہ امانت تھی جو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو دکھلائی۔ مگر کس میں استعداد تھی جو اس امانت عظیمہ کو اُٹھانے کا حوصلہ کرتا ہر ایک نے بلسانِ حال یا بزبانِ قال ناقابل برداشت ذمہ داریوں سے ڈر کر انکار کر دیا کہ ہم سے یہ بار نہ اُٹھ سکیگا۔ خود سوچ لو کہ بجز انسان کے کونسی مخلوق ہے جو اپنے کسب و محنت

بقیہ فوائد صفحہ ۵۶۹ - سے اس تخم ایمان کی حفاظت و پرورش کر کے ایمان کا شجر بارآور حاصل کر سکے۔ فی الحقیقت عظیم الشان امانت کا حق ادا کر سکنا اور ایک افتادہ زمین کو جس میں مالک نے تخم ریزی کر دی تھی خون پسینہ ایک کر کے باغ و بہار بنا لینا اسی ظلوم وجہول انسان کا حصہ ہو سکتا ہے جسکے پاس زمین قابل موجود ہے اور محنت و تردّد کر کے کسی چیز کو بڑھانے کی قدرت اللہ تعالےٰ نے اُس کو عطا فرمائی ہے۔ "ظلوم" "جہول" - "ظالم" "جاہل" کا مبالغہ ہے - ظالم و جاہل وہ کہلاتا ہے جو بالفعل عدل اور علم سے خالی ہو مگر استعداد و صلاحیت ان صفات کے حصول کی رکھتا ہو پس جو مخلوق بدو فطرت سے علم و عدل کے ساتھ متصف ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی یہ اوصاف اُس سے جدا نہیں ہوئے مثلاً ملائکۃ اللہ یا جو مخلوق ان چیزوں کے حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی (مثلاً زمین آسمان پہاڑ وغیرہ) ظاہر ہے کہ دونوں اس امانت الٰہیہ کے حامل نہیں بن سکتے۔ بیشک انسان کے سوا "جن" ایک نوع ہے جس میں فی الجملہ استعداد اس کے تحمل کی پائی جاتی ہے اور اسی لئے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" میں دونوں کو جمع کیا گیا لیکن انصاف یہ ہے کہ ادائے حق امانت کی استعداد اُن میں اتنی ضعیف تھی کہ حمل امانت کے مقام میں چنداں قابل ذکر اور درخور اعتنا نہیں سمجھے گئے۔ گویا وہ اس معاملہ میں انسان کے تابع قرار دیے گئے جن کا نام مستقل طور پر لینے کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ف۵ میرے نزدیک

سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سَبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ

سب خوبی اللہ کی ہے جس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمان اور زمین میں اور اسی کی

الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي

تعریف ہے آخرت میں اور وہی ہے حکمتوں والا سب کچھ جاننے والا ف۱ جانتا ہے جو کچھ کہ اندر گھستا ہے

الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ

زمین کے اور جو کچھ کہ نکلتا ہے اُس سے اور جو اُترتا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے

فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اُس میں ف۲ اور وہی ہے رحم والا بخشنے والا ف۳ اور کہنے لگے منکر

لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ

نہ آئے گی ہم پر قیامت ف۴ تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی، البتہ آئیگی تم پر ف۵ اُس عالم الغیب کی

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ

غائب نہیں ہو سکتا اُس سے کچھ ذرّہ بھر آسمانوں میں اور نہ زمین میں

وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ③ ۙ

اور کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی جو نہیں ہے کھلی کتاب میں ف۶

لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ

تاکہ بدلہ دے اُن کو جو یقین لائے اور کئے بھلے کام وہ لوگ جو ہیں اُنکے لئے ہے

مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

معافی اور عزت کی روزی اور جو لوگ دوڑے ہماری آیتوں کے ہرانے کو

اس جگہ "وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الخ" کے معنی معاف کرنے کے نہ لئے جائیں بلکہ اُنکے حال پر متوجہ ہونے اور مہربانی فرمانے کے لیں تو بہتر ہے جیسے "لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ" میں لئے گئے ہیں۔ یہ تو مؤمنین کاملین کا بیان ہوا۔ اور "وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" میں قاصرین و مقصرین کے حال کی طرف اشارہ فرما دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فسال اللہ تعالیٰ ان یتوب علینا ویغفر لنا ویشبنا بالفوز العظیم۔ انہ جل جلالہ وعم نوالہ غفور رحیم۔ تم سورۃ الاحزاب ولله الحمد والمنة۔

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی سب خوبیاں اور تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جو اکیلا بلا شرکت غیرے تمام آسمانی و زمینی چیزوں کا مالک و خالق اور نہایت حکمت و خبرداری سے اُن کی تدبیر کرتا ہے۔ اُس نے یہ سلسلہ بے کار پیدا نہیں کیا۔ ایسے حکیم و دانا کی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ ضرور ہے کہ یہ نظام آخر میں کسی اعلیٰ نتیجہ پر منتہی ہو، اُسی کو آخرت کہتے ہیں۔ اور جس طرح دنیا میں وہ اکیلا تمام تعریفوں کا مستحق ہے، آخرت میں بھی صرف اُسی کی تعریف ہو گی۔ بلکہ یہاں تو بظاہر اور کسی کی بھی تعریف ہو جاتی تھی کیونکہ مخلوق کا فعل خالق کے فعل کا پردہ اور اس کا کمال اُس کے کمال حقیقی کا پرتو ہے لیکن وہاں سب وسائط اور پردے اُٹھ جائیں گے۔ جو کچھ ہو گا سب دیکھیں گے کہ اُسی کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اس لئے صورۃً و حقیقۃً ہر حیثیت سے تنہا اُسی محمود مطلق کی تعریف رہ جائے گی۔

ف۲ یعنی آسمان و زمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اُس کے علم سے باہر نہیں۔ جو چیز زمین کے اندر چلی جاتی ہے مثلاً جانور کیڑے مکوڑے نباتات کا بیج، بارش کا پانی، مردہ کی لاش، اور جو اُس کے اندر سے نکلتی ہے مثلاً کھیتی، سبزہ، معدنیات وغیرہ اور جو آسمان کی طرف سے اُترتی ہے مثلاً بارش وحی، تقدیر، فرشتے وغیرہ اور جو اُوپر چڑھتی ہے مثلاً روح، دُعا، عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب انواع و جزئیات پر اللہ کا علم محیط ہے۔

ف۳ یعنی یہ سب بستی اور چہل پہل اُس کی رحمت اور بخشش سے ہے، ورنہ بندوں کی ناشکری اور حق ناشناسی پر اگر ہاتھوں ہاتھ گرفت ہونے لگے تو ساری رونق ایک لمحہ میں ختم کر دیجائے "وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ" (فاطر۔ رکوع ۵)

ف۴ کیوں نہیں آئے گی۔ اس کا منشار آگے آتا ہے۔ "اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ"۔

ف۵ یعنی وہ معصوم و مقدس انسان جس کے صدق و امانت کا اقرار سب کو پہلے سے تھا اور اب براہین ساطعہ سے اُس کی صداقت پوری طرح روشن ہو چکی، مؤکد قسم کھا کر اللہ کی طرف سے خبر دیتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، پھر تسلیم نہ کرنے کی کیا وجہ ہاں اگر کوئی محال یا خلاف حکمت بات کہتا تو انکار کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن نہ یہ محال ہے نہ خلاف حکمت۔ پھر انکار کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

ف۶ یعنی اُس عالم الغیب کی قسم جس کے علم محیط سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ یا ذرہ سے چھوٹی بڑی کوئی چیز کبھی غائب نہیں۔ شاید یہ اس لئے فرمایا کہ قیامت کے وقت کی تعیین ہم نہیں کر سکتے اس کا علم اُسی کو ہے جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ ہم کو جتنی خبر دی گئی بلا کم و کاست پہنچا دی۔ اور اس کا جواب بھی ہو گیا جو کہتے تھے "ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ الخ" یعنی جب ہمارے ذرات منتشر ہو کر مٹی میں مل گئے پھر کیسے دوبارہ اکٹھے کئے جائینگے، تو بتلا دیا کہ کوئی ذرہ اُس کے علم سے غائب نہیں۔ اور پہلے بتلایا جا چکا کہ آسمان و زمین کی ہر چیز پر قبضہ اُسی کا ہے، لہٰذا اس کو کیا مشکل ہے کہ تمہارے منتشر ذرات کو ایک دم میں اکٹھا کر دے۔ (تنبیہ) کھلی کتاب سے "لوح محفوظ" مراد ہے جس میں ہر چیز اللہ کے علم کے مطابق ثبت ہے۔

ف۱ یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضرور ہے کہ لوگوں کو اُن کی نیکی اور بدی کا پھل دیا جائے اور حق تعالیٰ کی جُملہ صفات کا کامل ظہور ہو (تنبیہ) "جو لوگ دَوڑے ہماری آیتوں کے ہرانے کو" یعنی ہماری آیتوں کے ابطال اور لوگوں کو قولاً و فعلاً اُن سے روکنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ گویا وہ (العیاذ باللہ) اللہ کو عاجز کرنا اور ہرانا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اُس کے ہاتھ نہیں آئینگے۔

أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝٥ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا

اُن کو بلا کا عذاب ہے درد ناک ف۱ اور دیکھ لیں جن کو ملی ہے

الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِي

سمجھ کہ جو تجھ پر اُترا تیرے رب سے وہی ٹھیک ہے اور سمجھاتا ہے

إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝٦ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ

راہ اُس زبردست خوبیوں والے کی ف۲ اور کہنے لگے منکر ہم

نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ إِنَّكُمْ

بتلائیں تم کو ایک مرد کہ تم کو خبر دیتا ہے جب تم پھٹ کر ہو جاؤ ٹکڑے ٹکڑے تم کو

لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝٧ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۗ

پھر نئے سر سے بننا ہے کیا بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ یا اُس کو سودا ہے ف۳

بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ

کچھ بھی نہیں پر جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا آفت میں ہیں اور دُور جا پڑے

الْبَعِيدِ ۝٨ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم

غلطی میں ف۴ کیا دیکھتے نہیں جو کچھ اُن کے آگے ہے اور پیچھے ہے

مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ

آسمان اور زمین سے اگر ہم چاہیں دھنسا دیں اُن کو زمین میں یا

نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ

گرا دیں اُن پر ٹکڑا آسمان سے ف۵ تحقیق اس میں نشانی ہے ہر

عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝٩ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَا جِبَالُ أَوِّبِي

بندے رجوع کرنیوالے کیواسطے ف۶ اور ہم نے دی ہے داؤد کو اپنی طرف سے بڑائی ف۷ اے پہاڑو خوش آوازی کرو

مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۖ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ ۝١٠ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَ

پڑھو اُسکے ساتھ اور اُڑتے جانوروں کو ف۸ اور نرم کر دیا ہمنے اُسکے آگے لوہا کہ بنا زرہیں کشادہ اور

ف۲ یعنی اس واسطے قیامت آنی ہے کہ جن کو یقین تھا انہیں عین الیقین حاصل ہو جائے اور آنکھوں سے دیکھ لیں کہ قرآن کی خبریں مُو بہ مُو صحیح و درست ہیں اور بیشک قرآن ہی وہ کتاب ہے جو اُس زبردست خوبیوں والے خدا تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ بتاتی ہے۔ بعض مفسرین نے "وَيَرَى الَّذِينَ الخ" کا مطلب یہ لیا ہے کہ "وَالَّذِينَ سَعَوْ فِي آيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ" کے برخلاف جو اہل علم ہیں (خواہ مسلمان یا اہل کتاب) وہ جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ قیامت وغیرہ کے متعلق قرآن کریم کا بیان بالکل صحیح ہے اور وہ آدمی کو وصول الی اللہ کے ٹھیک راستہ پر لے جاتا ہے۔

ف۳ کفار قریش نبی کریم صلعم کی شان میں یہ گستاخی کرتے تھے۔ یعنی آؤ تمہیں ایک شخص دکھلائیں جو کہتا ہے کہ تم گل سڑ کر اور ریزہ ریزہ ہو کر جب خاک میں مل جاؤ گے، پھر تم کو از سرِ نو بھلا چنگا بنا کر کھڑا کر دیا جائیگا۔ بھلا ایسی مہمل بات کون قبول کر سکتا ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ شخص جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ لگاتا ہے کہ اُس نے ایسی خبر دی۔ نہیں تو سودائی ہے۔ دماغ ٹھکانے نہیں دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

ف۴ یعنی نہ جھوٹ ہے نہ جنون۔ البتہ یہ لوگ عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستہ سے بھٹک کر بہت دُور جا پڑے ہیں۔ اور بیہودہ بکواس کر کے اپنے کو آفت میں پھنسا رہے ہیں۔ فی الحقیقت یہ بڑا عذاب ہے کہ آدمی کا دماغ اس قدر مختل ہو جائے کہ وہ خدا کے پیغمبروں کو مفتری یا مجنون کہنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

ف۵ یعنی کیا یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں کہ آسمان و زمین بھی نظر نہیں آتے جو آگے پیچھے ہر طرف نظر ڈالنے سے نظر آ سکتے ہیں اُن کو تو وہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ نے بنایا ہے پھر جس نے بنایا اُسے توڑنا کیا مشکل ہے۔ اور جو ایسے عظیم الشان اجسام کو بنا سکتا اور توڑ پھوڑ سکتا ہے اُسے انسانی جسم کا بگاڑ دینا اور بنانا کیا مشکل ہوگا۔ یہ لوگ ڈرتے نہیں کہ اُسی کے آسمان کے نیچے اور زمین کے اُوپر رہ کر ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالیں۔ حالانکہ خدا چاہے تو ابھی ان کو زمین میں دھنسا کر یا آسمان سے ایک ٹکڑا گرا کر نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا سا نمونہ دکھلا دے۔

ف۶ یعنی جو بندے عقل و انصاف سے کام لے کر اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اسی آسمان و زمین میں اُن کے لئے بڑی بھاری نشانی موجود ہے وہ اس منتظم اور پُر حکمت نظام کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ضرور یہ ایک دن کسی اعلیٰ و اکمل نتیجہ پر پہنچنے والا ہے جس کا نام "دار الآخرۃ" ہے یہ تصور کر کے وہ بیش از بیش اپنے مالک و خالق کی طرف جھکتے ہیں اور جو آسمانی و زمینی نعمتیں اُن کو پہنچتی ہیں، تہ دل سے اُس کے شکر گزار ہوتے ہیں، اُن میں سے بعض بندوں کا ذکر آگے آتا ہے۔

ف۷ یعنی نبوت کے ساتھ غیر معمولی سلطنت عنایت فرمائی۔

ف۸ حضرت داؤد علیہ السلام کبھی کبھی جنگل میں نکلتے، خدا کو یاد کرتے، خوف الٰہی سے روتے، تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے اور اپنی ضرب المثل خوش آوازی سے زبور پڑھتے، اُس کی عجیب و غریب تاثیر سے پہاڑ بھی اُن کے ساتھ تسبیح پڑھنے لگتے تھے اور پرندے اُنکے گرد جمع ہو کر اسی طرح آواز کرتے۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُنکو یہ خاص بزرگی عطا فرمائی تھی۔ ورنہ پہاڑوں کی تسبیح سے مراد محض اُن کی آواز بازگشت ہو، یا وہ عام تسبیح جو ہر چیز زبان حال یا قال سے کرتی رہتی ہے تو حضرت داؤد کے مخصوص فضل و شرف کے ذیل میں اس چیز کا ذکر کرنا محض بے معنی ہوگا۔ (العیاذ باللہ) "يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ" کا حکم تکوینی ہے۔

قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ⑪

اندازے سے جوڑ کڑیاں ف۱ اور کرو تم سب کام بھلا میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہوں ف۲

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۖ وَأَسَلْنَا لَهُ

اور سلیمان کے آگے ہوا کو صبح کی منزل اُسکی ایک مہینہ کی اور شام کی منزل ایک مہینہ کی اور بہا دیا ہمنے اُسکے واسطے

عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ

چشمہ پگھلے ہوئے تانبے کا ف۳ اور جنوں میں کتنے لوگ تھے جو محنت کرتے اُس کے سامنے اُس کے رب کے حکم سے

وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ⑫

اور جو کوئی پھرے اُن میں سے ہمارے حکم سے چکھائیں ہم اُس کو آگ کا عذاب ف۴

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِن مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ

بناتے اُس کے واسطے جو کچھ چاہتا قلعے اور تصویریں اور لگن جیسے تالاب

وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ۚ اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِّنْ

اور دیگیں چولھوں پر جمی ہوئی ف۵ کام کرو اے داؤد کے گھر والو احسان مان کر اور تھوڑے ہیں میرے

عِبَادِيَ الشَّكُورُ ⑬ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ

بندوں میں احسان ماننے والے ف۶ پھر جب مقرر کیا ہم نے اُس پر موت کو نہ جتلایا اُن کو اُس کا

مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ

مرنا مگر کیڑے نے گھن کے کھاتا رہا اُس کا عصا پھر جب وہ گر پڑا معلوم کیا

الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ

جنوں نے کہ اگر خبر رکھتے ہوتے غیب کی نہ رہتے ذلت کی تکلیف

الْمُهِينِ ⑭ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن

میں ف۷ تحقیق قوم سبا کو تھی اُن کی بستی میں نشانی دو باغ

يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ

داہنے اور بائیں ف۸ کھاؤ روزی اپنے رب کی اور اُس کا شکر کرو ف۹ شہر ہے

ف۱ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہم نے لوہے کو موم کی طرح نرم کردیا۔ بدون آگ اور آلاتِ صناعیہ کے لوہے کو جس طرح چاہتے ہاتھ سے توڑ موڑ لیتے تھے اور اُسکی زرہیں تیار کرکے فروخت کرتے۔ تا قوت بازو سے کماکر کھائیں۔ بیت المال پر اپنا بار نہ ڈالیں۔ کہتے ہیں کہ کڑیوں کی زرہ پہلے اُنہی سے نکلی کہ کشادہ رہے حق تعالیٰ نے اُن کو ہدایت فرمائی کہ فراخ و کشادہ زرہیں تیار کرو اور اُس کے حلقے اور کڑیاں ٹھیک اندازہ سے جوڑو جو بڑی چھوٹی اور پتلی موٹی ہونے کے اعتبار سے متناسب ہوں۔ ف۲ یعنی ان صنائع میں پڑکر منعم حقیقی کی طرف سے غفلت نہ ہونے پائے۔ ہمیشہ عمل صالح کرتے رہو اور یاد رکھو کہ اللہ سب کام دیکھتا ہے۔ ف۳ حضرت سلیمان کا تخت تھا جو فضا میں اُڑتا۔ ہوا اس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو اُن کے لئے مسخر کردیا تھا، ایک مہینہ کی مسافت ہوا کے ذریعہ سے آدھے دن میں طے ہوتی تھی۔ سورۂ "انبیاء" اور سورۂ "نمل" میں اس کا کچھ بیان گذر چکا ہے اور آگے سورۂ ص میں آئیگا اور پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یمن کی طرف نکال دیا تھا۔ اُس کو سانچوں میں ڈال کر جنات بڑے بڑے برتن (دیگیں اور لگن وغیرہ) تیار کرتے تھے۔ جن میں ایک لشکر کا کھانا پکتا اور کھلایا جاتا۔

ف۴ یعنی بہت سے جن جنہیں دوسری جگہ شیاطین سے تعبیر فرمایا ہے معمولی قلیوں اور خدمتگاروں کی طرح اُنکے کام میں لگے رہتے تھے۔ اللہ کا حکم تھا کہ سلیمان کی اطاعت کریں ذرا سرکشی کی تو آگ میں پھونک دیا جائیگا۔

ف۵ یعنی بڑے بڑے محل، مسجدیں اور قلعے جنات تعمیر کرتے اور مجسم تصویریں بناتے (جو اُن کی شریعت میں ممنوع نہیں ہونگی، شریعت محمدیہ نے منع کردیا) اور تانبے کے بڑے بڑے لگن بناتے جیسے حوض یا تالاب اور دیگیں تیار کرتے جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکتی تھیں۔ ایک ہی جگہ رکھی رہتیں۔

ف۶ یعنی اِن عظیم الشان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرتے رہو، محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے وہ کام کرو جن سے حق تعالیٰ کی شکر گذاری ٹپکتی ہو۔ بات یہ ہے کہ احسان تو خدا کم و بیش سب پر کرتا ہے لیکن پورے شکر گذار بندے بہت تھوڑے ہیں۔ جب تھوڑے ہیں تو قدر زیادہ ہوگی۔ لہٰذا کامل شکر گذار بنکر اپنی قدر و منزلت بڑھاؤ۔ یہ خطاب داؤد کے کنبے اور گھرانے کو ہے کیونکہ علاوہ مستقل احسانات کے داؤد پر احسان من وجہ سب پر احسان ہے۔ کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے تمام گھر والوں پر اوقات تقسیم کردیئے تھے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہ تھا جب اُنکے گھر میں کوئی نہ کوئی شخص عبادت الٰہی میں مشغول نہ رہتا ہو۔

ف۷ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے ہاتھوں مسجد بیت المقدس کی تجدید کرا رہے تھے جب معلوم کیا کہ میری موت آپہنچی جنوں کو نقشہ بتاکر آپ ایک شیشہ کے مکان میں در بند کرکے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اُسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کرلی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہوسکا وفات کے بعد مدت تک جن بدستور تعمیر کرتے رہے۔ جب تعمیر پوری ہو گئی جس عصا پر ٹیک لگا رہے تھے گھن کے کھانے سے گرا، تب سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔ اس سے جنات کو خود اپنی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور اُن کے معتقد انسانوں کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر رہتی تو کیا اس ذلت آمیز تکلیف میں پڑے رہتے حضرت سلیمان کی وفات کو محسوس کرتے ہی کام چھوڑ دیتے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ شیاطین وغیرہ کی تسخیر کچھ حضرت سلیمان کا کسبی کمال نہ تھا۔ محض فضل ایزدی تھا۔ جو اللہ چاہے تو موت کے بعد ایک لاش کے حق میں بھی قائم رکھ سکتا ہے۔ نیز سلیمان علیہ السلام پر زندگی میں جو انعامات ہوئے تھے یہ اُس کی تکمیل ہوئی کہ موت کے بعد بھی ایک ضروری حد تک اُنہیں جاری رکھا گیا۔ اور بتلا دیا کہ پیغمبروں کے اٹھائے ہوئے کاموں کو اللہ تعالیٰ کس کس تدبیر سے پورا کراتا ہے۔ (ربط) یہاں تک بعض منیب اور شکر گذار بندوں کا ذکر تھا۔ آگے ایک معرض و ناسپاس قوم (سبا) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو بڑے عیش و رفاہیت اور خوشحالی و فارغ البالی کے بعد کفر و ناسپاسی کی سزا میں تباہ کی گئی۔ یہ قوم یمن کی بڑی دولتمند اور ذی اقتدار قوم تھی جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے مُلک پر حکومت کرتی رہی۔ ان ہی میں ایک وہ ملکہ تھی (بلقیس) جس کا حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں حاضر ہونا سورۂ "نمل" میں گذر چکا ہے۔ شاید یہاں سلیمان کے بعد "سبا" کا ذکر اس مناسبت سے بھی ہوا ہو۔ ف۸ یعنی باغوں کے دو طویل سلسلے داہنے اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے۔ اگر سمجھتے تو خدا کی رحمت و قدرت کی یہی نشانی ایمان لانے اور شکر گذار بننے کے لئے کافی تھی۔ ف۹ گویا وہ نشانی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو اور اُس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔ کفر و عصیان اختیار کرکے ناشکرمت بنو۔ یا جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے انبیاء کی زبانی اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہوگی کہتے ہیں تیرہ نبی اس قوم کی طرف بھیجے گئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو حضرت مسیح سے پہلے آئے ہونگے اور اُن کے وارث بعد کو بھی اس قوم کی بربادی کے وقت تک سمجھاتے رہے ہونگے واللہ اعلم۔

طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿١٥﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ

پاکیزہ اور رب ہے گناہ بخشنے والا ف۱ سو دھیان میں نہ لائے پھر چھوڑ دیا ہم نے اُن پر ایک نالا

الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ

زور کا اور دیے ہم نے اُن کو بدلے میں اُن دو باغوں کے دو اور باغ جن میں کچھ میوہ کسیلا تھا اور

اَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ

جھاؤ اور کچھ بیر تھوڑے سے ف۲ یہ بدلہ دیا ہم نے اُن کو اس پر کہ ناشکری کی

وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿١٧﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى

اور ہم یہ بدلہ اُسی کو دیتے ہیں جو ناشکر ہو ف۳ اور رکھی تھیں ہم نے اُن میں اور اُن بستیوں میں

الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا

جہاں ہم نے برکت رکھی ہے ایسی بستیاں جو راہ پر نظر آتی تھیں اور منزلیں مقرر کر دیں ہم نے اُن میں آنے جانے کی پھرو

فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا

اُن میں راتوں کو اور دنوں کو امن سے ف۴ پھر کہنے لگے اے رب دراز کر دے ہمارے سفروں کو ف۵

وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ

اور آپ اپنا بُرا کیا پھر کر ڈالا ہم نے اُن کو کہانیاں اور کر ڈالا چیر کر ٹکڑے ٹکڑے ف۶

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ

اس میں پتے کی باتیں ہیں ہر صبر کرنیوالے شکر گذار کو ف۷ اور سچ کر دکھلائی

عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٠﴾

اُن پر ابلیس نے اپنی اٹکل، پھر اُسی کی راہ چلے، مگر تھوڑے سے ایماندار ف۸

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ

اور اُس کا اُن پر کچھ زور نہ تھا مگر اتنے واسطے کہ معلوم کر لیں ہم اُسکو جو یقین لاتا ہے

بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

آخرت پر جدا کر کے اُس سے جو رہتا ہے آخرت کی طرف سے دھوکے میں، اور تیرا رب ہر چیز پر

ف۱ مصنف "ارض القرآن" "سبا" کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اسی سلسلہ عمارات میں ایک چیز بند آب ہے جس کو عرب حجاز "سد" اور عرب یمن "عرم" کہتے ہیں۔ عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں۔ پانی پہاڑوں سے بہ کر ریگستانوں میں خشک اور ضائع ہو جاتا ہے۔ زراعت کے مصرف میں نہیں آتا۔ "سبا" مختلف مناسب موقعوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے بڑے بند باندھ دیتے تھے کہ پانی رُک جائے اور بقدر ضرورت زراعت کے کام میں آئے۔ مملکت "سبا" میں اس طرح کے سیکڑوں بند تھے۔ اُن میں سب سے زیادہ مشہور "سد مارب" ہے جو اُن کے دار الحکومت "مارب" میں واقع تھا۔ شہر مارب کے جنوب میں داہنے بائیں دو پہاڑ ہیں جن کا نام کوہ ابلق ہے۔ سبا نے ان دو پہاڑوں کے بیچ میں تقریباً ۸۰۰ ق م میں "سد مارب" کی تعمیر کی تھی یہ بند تقریباً ایکسو پچاس فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ایک دیوار ہے۔ اس کا اکثر حصہ تو اب افتادہ ہے تاہم ایک ثلث دیوار اب بھی باقی ہے۔ "ارناڈ" ایک یورپین سیاح نے اس کے موجودہ حالات پر ایک مضمون فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں لکھا ہے اور اس کا موجودہ نقشہ نہایت عمدگی سے تیار کیا ہے۔ اس دیوار پر جا بجا کتبات ہیں وہ بھی پڑھے گئے۔ اس سد میں اوپر نیچے بہت سی کھڑکیاں تھیں جو حسب ضرورت کھولی اور بند کی جا سکتی تھیں۔ "سد" کے دائیں بائیں مشرق و مغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ اس نظام آب رسانی سے چپ و راست دونوں جانب اس ریگستانی اور شور ملک کے اندر تین سو میل مربع میں سیکڑوں کوس تک بہشت زار طیار ہو گئی تھی جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے۔ قرآن کریم "جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ" کہہ کر ان ہی باغوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یونانی مؤرخ "اگاتھر شیدس" جو ۱۴۵ ق م میں "سبا" کا معاصر تھا بیان کرتا ہے۔ "سبا عرب کے سرسبز و آباد حصے میں رہتے ہیں جہاں بہت اچھے اچھے بیشمار میوے ہوتے ہیں۔ دریا کے کنارے جو زمین ہے اس میں نہایت خوبصورت درخت ہوتے ہیں اندرون ملک میں بخورات، دار چینی اور چھوارے کے نہایت بلند درختوں کے گنجان جنگل ہیں اور ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلا کرتی ہے۔ درختوں کے اقسام کی کثرت و تنوع کے سبب سے ہر قسم کا نام و وصف مشکل ہے جو خوشبو اُس میں سے اُڑتی ہے وہ جنت کی خوشبو سے کم نہیں اور جس کی تعریف لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی۔ جو اشخاص زمین سے دُور ساحل سے گذرتے ہیں، وہ بھی جب ساحل کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو اُس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ گویا آبحیات کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ اور یہ تشبیہ بھی اُس کی قوت و لطافت کے مقابل میں ناقص ہے۔" آرٹی میڈروس جو "سبا" کے عہد آخر میں تھا لکھتا ہے۔ "سبا کا بادشاہ اور اُس کا ایوان "مارب" میں ہے جو ایک پُر اشجار پہاڑ پر عیش و مسرت (زمانہ خوشحالی) میں واقع ہے۔" غرض باعتبار سرسبزی، خوشحالی، سامان عیش اور اعتدال آب و ہوا کے "مارب" اسی کا مصداق تھا۔ "بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ"۔ "رب غفور" سے اِدھر اشارہ کر دیا کہ اپنی طرف سے شکر گذار بنو اگر مقتضائے بشریت کچھ تقصیر رہ جائیگی تو اللہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسا سخت نہیں پکڑتا۔ اپنی مہربانی سے معاف فرما دیگا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کما حقہٗ کس سے ادا ہو سکتا ہے۔

ف۲ یعنی نصیحتوں کو خاطر میں نہ لائے اور منعم حقیقی کی شکر گذاری سے منہ موڑے رہے تب ہم نے پانی کا عذاب بھیجدیا۔ وہ بند ٹوٹا تمام باغات اور زمینیں غرقاب ہو گئیں۔ اور اُن اعلیٰ درجہ کے نفیس میووں اور پھلوں کی جگہ نکمے درخت اور جھاڑ جھنکاڑ رہ گئے۔ جہاں انگور چھوارے اور قسم قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی تھیں اب وہاں پیلو، جھاؤ۔ کسیلے اور بدمزہ پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا جن میں بہترین چیز تھوڑی سی جھڑبیریوں کو سمجھ لو۔ یہ واقعہ حضرت مسیحؑ اور نبی کریم صلعم کے درمیانی عہد کا ہے محققین آثار قدیمہ کو ابرہۃ الاشرم کے زمانہ کا ایک بہت بڑا کتبہ سد عرم کی بقیہ دیوار پر ملا ہے اُس میں بھی اس بند کے ٹوٹنے کا ذکر ہے۔ مگر یہ غالباً اُس واقعہ کے بعد ہوا جس کا ذکر قرآن میں ہے واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب اللہ نے چاہا عذاب بھیجے، گھونس پیدا ہوئی اُس پانی کے بند میں اُس کی جڑ کرید ڈالی، ایک بار پانی نے زور کیا۔ بند کو توڑ ڈالا، وہ پانی عذاب کا تھا جس زمین پر پھر گیا کام سے جاتی رہی کہتے ہیں کہ بند ٹوٹنے کی پیشینگوئی ایک کاہن نے کی تھی اُس پر بہت لوگ وطن چھوڑ کر ادھر اُدھر چلے گئے، جو باقی رہے انہیں اُن باغوں کے بدلہ یہ نکمی اور کڑوی کسیلی چیزیں ملیں۔ واللہ اعلم۔

ف۳ ایسی سخت سزا بڑے ناشکروں کو دی جاتی ہے۔ کفر سے بڑھ کر کیا ناشکری ہوگی۔ سورۂ "نمل" میں گذر چکا "وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ" (نمل۔ رکوع ۲) بظاہر اس قسم کا شرک اُس قوم میں بلقیس کے بعد بھی باقی رہا ہوگا۔

ف۴ برکت والی بستیاں مُلک شام کی ہیں یعنی اُن کے مُلک سے شام تک راستے مامون تھے۔ سڑک کے کنارے کنارے دیہات کا سلسلہ ایسے اندازے اور تناسب سے چلا گیا تھا کہ مسافر کو ہر منزل پر کھانا، پانی اور آرام کرنے کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا جی نہیں گھبراتا تھا، نہ چوروں ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ سفر کیا تھا ایک طرح کی سیر تھی۔ مصنف ارض القرآن لکھتا ہے۔ "سبا کی دولت و ثروت کی اساس صرف تجارت تھی۔ یمن ایک طرف سواحل ہندوستان کے مقابل واقع ہے۔ اور دوسری طرف سواحل افریقہ کے۔ سونا، بیش قیمت پتھر، مسالہ، خوشبوئیں، ہاتھی دانت، یہ چیزیں حبش اور ہندوستان سے ٹھیک یمن آکر اُترتی تھیں، وہاں سے سبا اونٹوں پر لاد کر بحر احمر کے کنارے خشکی خشکی حجاز سے گذر کر شام و مصر لاتے تھے۔ قرآن مجید نے اُس راستہ کو "امام مُبین" (کھلا راستہ) اور اسی سفر کا نام "رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ" رکھا ہے جس کو قریش نے جاری کیا تھا۔ ان تجارتی کاروانوں

بقیہ فوائد صفحہ ۵۷۳ - کی آمد ورفت کے سبب یمن سے شام تک آبادیوں کی ایک قطار قائم تھی۔ جہاں بے خوف وخطر سفر ہو سکتا تھا" یونانی مؤرخ اراٹو ستھنس ۱۹۴ ق م بیان کرتا ہے، کہ "حضر موت" سے "سبا" کے ملک تک چالیس روز کا راستہ ہے اور معین سے سوداگر ستر دن میں ایلہ (عقبہ) پہنچتے ہیں۔ **ف۵** زبان حال سے کہا ہوگا اور ممکن ہے زبان قال سے کہنے لگے ہوں کہ اے اللہ! اس طرح سفر کا لطف نہیں آتا۔ منزلیں دُور ہوں، آس پاس آبادیاں نہ ملیں، بھوک پیاس ستائے، تب سفر کا مزہ ہے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "آرام میں سستی آئی لگے تکلیف مانگنے کہ جیسے اور ملکوں کی خبر سُنتے ہیں سفروں میں پانی نہیں ملتا، آبادی نہیں ملتی۔ ویسا ہم کو بھی ہو۔ یہ بڑی ناشکری ہوئی۔ جیسے بنی اسرائیل نے منّ وسلوٰی سے اُکتا کر لہسن وپیاز طلب کی تھی **ف۶** یعنی ہم نے شیرازہ بکھیر دیا اور اُن کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اکثر خاندان اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے کوئی ایک طرف کوئی دوسری طرف نکل گیا۔ آبادیوں کے نام ونشان حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ اب اُنکی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ سُنیں اور عبرت پکڑیں۔ اُنکا وہ عظیم الشان تمدّن اور شان وشکوہ سب خاک میں مل گیا۔ صاحب "ارض القرآن" اُنکے زوال وسقوط کی توجیہ اس طرح کرتا ہے کہ یونانیوں اور رومیوں نے مصر وشام پر قبضہ پاکر ہندوستان وافریقہ کی تجارت کو بری راستہ سے بحری راستہ کی طرف منتقل کر دیا اور تمام مال کشتیوں کے ذریعہ سے بحر احمر کی راہ مصر وشام کے سواحل پر اُترنے لگا۔

ع ۱۲ / ۸

حَفِيظٌ ﴿٢١﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ
نگہبان ہے **ف۱** تو کہہ پکارو اُن کو جن کو گمان کرتے ہو سوائے اللہ کے **ف۲** وہ مالک نہیں

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا
ایک ذرّہ بھر کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اُن کا اِن دونوں میں

مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ
کچھ ساجھا اور نہ اُن میں کوئی اُس کا مددگار اور کام نہیں آتی سفارش

عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا
اُسکے پاس مگر اُس کو کہ جس کے واسطے حکم کر دے **ف۳** یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دُور ہو جائے اُنکے دل سے کہیں

مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾ قُلْ
کیا فرمایا تمہارے رب نے وہ کہیں فرمایا جو واجبی ہے اور وہی ہے سب سے اُوپر بڑا **ف۴** تو کہہ

مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ وَإِنَّا
کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے بتلادے کہ اللہ **ف۵** اور یا ہم

أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾ قُل لَّا تُسْأَلُونَ
یا تم بیشک ہدایت پر ہیں یا پڑے ہیں گمراہی میں صریح **ف۶** تو کہہ تم سے پوچھ نہ ہوگی

عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا
اُسکی جو ہم نے گناہ کیا اور ہم سے پوچھ نہ ہوگی اُس کی جو تم کرتے ہو تو کہہ جمع کریگا ہم سب کو

رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ أَرُونِيَ
رب ہمارا پھر فیصلہ کریگا ہم میں انصاف کا اور وہی ہے قصہ چکانیوالا سب کچھ جاننے والا **ف۷** تو کہہ مجھکو دکھلاؤ تو سہی

الَّذِينَ أَلْحَقْتُم بِهِ شُرَكَاءَ ۖ كَلَّا ۚ بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ
جن کو اُس سے ملاتے ہو ساجھی قرار دیکر **ف۸** کوئی نہیں وہی اللہ ہے زبردست

الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَ
حکمتوں والا **ف۹** اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور

اس طریق سفر نے یمن سے شام تک خاک اُڑادی اور سبا کی نو آبادیاں تباہ ہو کر رہ گئیں"۔ مصنف موصوف نے یہ توجیہ مولر کی تحریر سے اخذ کی ہے۔ ممکن ہے تباہی اور انتشار کا ایک ظاہری سبب یہ بھی ہو۔ مگر اس پر حصر کر دینا صحیح نہیں۔

ف۷ یعنی ان حالات کو سُن کر چاہیئے عقلمند عبرت حاصل کریں جب اللہ فراخی اور عیش دے خوب شکر ادا کرتے رہیں اور تکلیف ومصیبت آئے تو صبر وتحمل اختیار کر کے اللہ سے مدد مانگیں۔

ف۸ پہلے دن ابلیس نے تخمینہ کر کے کہا تھا "لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ اِلَّا قَلِيْلًا" (اسراء۔ رکوع ۷) اور "ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ" (اعراف رکوع ۲) وَیسے ہی نکلے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی شیطان کو یہ قدرت نہ تھی کہ لاٹھی لے کر اُنکو زبردستی راہِ حق سے روک دیتا۔ ہاں بہکاتا پھسلاتا ہے اور اتنی قدرت بھی اس لئے دیگئی کہ بندوں کا امتحان وابتلاء منظور تھا۔ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا اور بیوقوف بنکر شک یا دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ کی حکمت کا مقتضا یہی یہ تھا کہ دنیا میں انسان کے لئے دونوں طرف جانے کے راستے کشادہ رکھیں۔ جیسا کہ پہلے کئی جگہ اسکی تقریر ہو چکی ہے ایسا نہیں کہ (معاذ اللہ) خدا کو خبر نہ ہو۔ بیخبری میں شیطان کسی بندے کو اُچک لیجائے۔ خوب سمجھ لو کہ ہر چیز اللہ کی نگاہ میں ہے اور تمام احوال وشئون کی دیکھ بھال وہ ہی ہمہ وقت کرتا ہے جس کو جتنی آزادی دے رکھی ہے وہ عجز وضعف سے نہیں حکمت ومصلحت کی بناء پر ہے۔

ف۲ یہاں سے مشرکین مکہ کو خطاب ہے جنکی تنبیہ کے لئے "سبا" کا قصہ سنایا تھا۔ یعنی اللہ کے سوا جن چیزوں پر تم کو خدائی کا گمان ہے ذرا کسی آڑے وقت میں اُن کو پکارو تو سہی دیکھیں وہ کیا کام آتے ہیں۔

ف۳ یعنی یہ مسکین کیا کام آتے جنہیں آسمان وزمین میں نہ ایک ذرہ کا مستقل اختیار ہے (بلکہ بتوں کو تو غیر مستقل بھی نہیں) نہ آسمان وزمین میں اُنکی کچھ شرکت نہ خدا کو کسی کام میں مدد کی ضرورت، جو یہ اُسکے معین ومددگار بن کر ہی کچھ حقوق جتلاتے۔ اُسکی بارگاہ تو وہ ہے جہاں بڑے بڑے مقربین کی یہ بھی طاقت نہیں کہ بدون اذن ورضا کے کسی کی نسبت ایک حرف سفارش ہی زبان سے نکال سکیں۔ انبیاء واولیاء اور ملائکۃ اللہ کی شفاعت بھی صرف اُنہی کے حق میں نافع ہوگی جن کے لئے اُدھر سے سفارش کا حکم مل جائے۔

ف۴ یہ فرشتوں کا حال فرمایا جو ہمہ وقت اس بارگاہ کے حاضر باش ہیں۔ جب اُوپر سے اللہ کا حکم اُترتا ہے ایسی آواز آتی ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر کھینچی جائے۔ (شاید اتصال وبساطت کو قریب الی الفہم کرنے کے لئے یہ تشبیہ دیگئی) فرشتے دہشت اور خوف ورُعب سے تھرا جاتے ہیں اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت رفع ہو کر دل کو تسکین ہوئی اور کلام اُتر چکا۔ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کیا حکم ہوا۔ اوپر والے فرشتے نیچے والوں کو درجہ بدرجہ بتلاتے ہیں کہ جو اللہ کی حکمت کے موافق ہے اور آگے سے قاعدہ معلوم ہے وہ ہی حکم ہوا۔ ظاہر ہے وہاں معقول اور واجبی بات کے سوا کیا چیز ہو سکتی ہے پس جس کے علو وعظمت کی یہ کیفیت ہو کہ حکم دے تو مقربین کا مارے ہیبت وجلال کے یہ حال ہو جائے وہاں کس کی ہمت ہے کہ از خود سعی وسفارش کے لئے کھڑا ہو جائے (تنبیہ) آیت کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں جنکی نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "وجمیع ذلک مخالف لھذا الحدیث الصحیح (الذی فی البخاری) والاحادیث کثیرۃ تویدہ (فتح الباری صفحہ ۳۱/۱۳) **ف۵** یعنی آسمان وزمین سے روزی کے سامان بہم پہنچانا صرف اللہ کے قبضہ میں ہے اس کا اقرار مشرکین بھی کرتے تھے لہٰذا آپ بتلادیں کہ یہ تم کو بھی مسلّم ہے پھر الوہیت میں دوسرے شریک کہاں سے ہو گئے۔ **ف۶** یعنی دونوں فرقے تو سچ نہیں کہتے (ورنہ اجتماع نقیضین لازم آجائے) یقیناً دونوں میں ایک سچا اور ایک جھوٹا ہے تو لازم ہے کہ سوچو اور غور کر کے سچی بات قبول کرو۔ اس میں اُن کا جواب ہے جو بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ میاں! دونوں فرقے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں کیا ضرور ہے جھگڑنا۔ تو بتلادیا کہ ایک یقیناً خطا کار اور گمراہ ہے۔ باقی تعیین نہ کرنے میں حکیمانہ حُسنِ خطاب ہے یعنی تو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بہر حال ایک تو یقیناً غلطی پر ہوگا۔ اب اُوپر کے دلائل سُن کر تم ہی خود فیصلہ کر لو کہ کون غلطی پر ہے۔ گویا مخالف کو نرمی سے

(باقی برصفحہ ۵۷۵)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۷۴ - بات کر کے اپنے نفس میں غور کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ **ف ۷** یعنی ہر ایک کو اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیئے۔ کوئی شخص دوسرے کے قصور اور غلطی کا جواب دہ نہ ہوگا اگر اتنی صاف باتیں سننے کے بعد بھی تم اپنی حالت میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں تو یاد رکھو ہم حجت تمام کر چکے۔ اور کلمۂ حق پہنچا چکے۔ اب تم اپنے اعمال کے خود جواب دہ ہوگے ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ نہ ایسی حالت میں ہمارا تمہارا کوئی واسطہ۔ خدا کے یہاں حاضر ہونے کے لئے ہر ایک اپنی اپنی فکر کر رکھے۔ وہ سب کو اکٹھا کر کے ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دیگا۔

ف ۸ یعنی ذرا سامنے تو کرو کون سی ہستی ہے جو اُس کی خدائی میں ساجھا رکھتی ہے؟ ہم بھی تو دیکھیں کہ اُس کے کیا کچھ اختیارات ہیں۔ کیا ان پتھر کی بیجان اور خود تراشیدہ مورتوں کو پیش کرو گے۔

ف ۹ یعنی ہرگز تم ایسی کوئی ہستی پیش نہیں کر سکتے۔ وہ تو اکیلا ایک ہی خدا ہے جو زبردست، غالب و قاہر اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و دانائی رکھنے والا ہے۔ سب اُس کے سامنے مغلوب و مقہور ہیں۔

فوائد صفحہ ہذا - ف ۱ یہ توحید کے ساتھ رسالت کا ذکر کر دیا یعنی آپ کا فرض اور آپ کی بعثت کی غرض یہ ہی ہے کہ نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو اُنکے نیک و بد سے آگاہ کر دیں سو کر دیا۔ جو نہیں سمجھتے وہ جانیں۔ سمجھدار آدمی تو اپنے نفع نقصان کو سوچ کر آپ کی بات کو ضرور مانینگے۔ ہاں دنیا میں کثرت جاہلوں اور ناسمجھوں کی ہے۔ اُنکے دماغوں میں کہاں گنجائش ہے کہ کارآمد باتوں کی قدر کریں۔

ف ۲ یعنی جس گھڑی سے ڈراتے ہو وہ کب آئے گی۔ اگر سچے ہو تو جلدی لاکر دکھلا دو۔

ف ۳ یعنی گھبراؤ نہیں جس دن کا وعدہ ہے ضرور آکر رہیگا۔ جب آئیگا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملیگی۔ جلدی مچانے کے بجائے اس کی ضرورت ہے کہ اُس وقت کے آنے سے پہلے کچھ تیاری کر رکھو۔

ف ۴ یعنی ہم نہ قرآن کو مانیں نہ اگلی کتابوں کو جنہیں تم آسمانی کتابیں بتلاتے ہو۔ مثلاً توراۃ و انجیل وغیرہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں جہاں دیکھو وہ ہی حساب کتاب اور قیامت کا مضمون۔ سو ان چیزوں کو ہم ہرگز تسلیم کرنیوالے نہیں۔

ف ۵ یعنی جیسے ناکامیابی کے وقت ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو ناکامیابی کا سبب گردانتا ہے۔ محشر میں بھی کفار ایک دوسرے کو مورد الزام بنائینگے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ف ۶ دنیا میں جو لوگ نیچے کے طبقہ میں شمار ہوتے تھے اور دوسروں کے پیچھے چلتے تھے وہ اپنے بڑے سرداروں کو الزام دینگے کہ تم نے ہمیں اس مصیبت میں پھنسوایا۔ تمہاری روک نہ ہوتی تو ہم ضرور پیغمبروں کی بات مان لیتے اور یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔

ف ۷ یعنی جب تمہارے پاس حق بات پہنچ گئی اور سمجھ میں آگئی تھی کیوں قبول نہ کی کیا ہمنے زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان و یقین سے روک دیا تھا چاہیئے تھا کہ کسی کی پروا نہ کر کے حق کو قبول کر لیتے۔ اب اپنا جرم دوسروں کے سر کیوں رکھتے ہو؟

نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

ڈرسنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے ف ۱ اور کہتے ہیں

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ

کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ف ۲ تو کہہ تمہارے لئے وعدہ ہے

يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ

ایک دن کا نہ دیر کرو گے اُس سے ایک گھڑی نہ جلدی ف ۳ اور

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ

کہنے لگے منکر ہم ہرگز نہ مانینگے اس قرآن کو اور نہ اس سے

يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ

اگلے کو ف ۴ اور کبھی تو دیکھے جبکہ گنہگار کھڑے کئے جائیں اپنے رب کے پاس

يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۣ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

ایک دوسرے پر ڈالتا ہے بات کو ف ۵ کہتے ہیں وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

بڑائی کرنے والوں کو اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان دار ہوتے ف ۶ کہنے لگے

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ

بڑائی کرنے والے اُن سے جو کہ کمزور گنے گئے تھے کیا ہم نے روکا تم کو

عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ

حق بات سے تمہارے پاس پہنچ چکنے کے بعد کوئی نہیں تم ہی تھے گنہگار ف ۷ اور کہنے لگے

الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

وہ لوگ جو کمزور گنے گئے تھے بڑائی کرنے والوں کو کوئی نہیں پر (ن) فریب سے رات دن کے

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا

جب تم ہم کو حکم کیا کرتے کہ ہم نہ مانیں اللہ کو اور ٹھہرائیں اُسکے ساتھ برابر کے ساجھی ف ۸ اور چھپے چھپے

ف ۸ یعنی بیشک تم نے زبردستی مجبور تو نہ کیا تھا۔ مگر رات دن مکر و فریب اور مغویانہ تدبیر سے ہم کو بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے۔ جب ملے یہ ہی تلقین کی کہ ہم پیغمبروں کے ارشاد کے موافق خدا کو ایک نہ مانیں۔ بلکہ بعض مخلوقات کو بھی اُس کا مماثل اور برابر کا شریک سمجھیں۔ آخر تمہاری شب و روز کی ترغیب و ترہیب کا کہاں تک اثر نہ ہوتا۔

النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ اَعْنَاقِ
پچتانے لگے جب دیکھ لیا عذاب ف۱ اور ہم نے ڈالے ہیں طوق گردنوں میں
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ
منکروں کے ف۲ وہی بدلہ پاتے ہیں جو عمل کرتے تھے ف۳ اور نہیں
اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ
بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا مگر کہنے لگے ہیں وہاں کے آسودہ لوگ جو تمہارے
اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ
ہاتھ بھیجا گیا ہم اُس کو نہیں مانتے ف۴ اور کہنے لگے ہم زیادہ ہیں مال اور اولاد میں
وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
اور ہم پر آفت نہیں آنے والی ف۵ تو کہہ میرا رب ہے جو کشادہ کر دیتا ہے روزی جس کو
یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ
چاہے اور ماپ کر دیتا ہے (ن) لیکن بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۶ اور تمہارے مال
وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ
اور تمہاری اولاد وہ نہیں کہ نزدیک کر دیں ہمارے پاس تمہارا درجہ پر جو کوئی یقین لایا
وَعَمِلَ صَالِحًا ؗ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ
اور بھلا کام کیا ف۷ سو اُن کے لئے ہے بدلہ دُونا اُنکے کیے کام کا ف۸ اور
هُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ
وہ جھروکوں میں بیٹھے ہیں دلجمعی سے اور جو لوگ دوڑتے ہیں ہماری آیتوں کے ہرانے کو
اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ
وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آتے ہیں ف۹ تو کہہ میرا رب ہے جو کشادہ کر دیتا ہے روزی
لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ
جس کو چاہے اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے (ن) اور جو خرچ کرتے ہو کچھ چیز

ف۱ یعنی جس وقت ہولناک عذاب سامنے آئیگا تابعین اور متبوعین دونوں اپنے اپنے دل میں پچتائینگے۔ ہر ایک محسوس کریگا کہ واقعی میں مجرم اور قصوروار ہوں لیکن شرم کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کرینگے اور شدید اضطراب وخوف سے شاید بولنے کی قدرت بھی نہ ہو۔

ف۲ گردنوں میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں زنجیریں پڑی ہونگی۔

ف۳ یعنی جو عمل کیے تھے آج وہ اس سزا کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں جیسا کرنا ویسا بھرنا۔

ف۴ یہ حضورؐ کو تسلی دی گئی کہ آپ رؤسائے مکہ کے انحراف وسرکشی سے مغموم نہ ہوں۔ ہر زمانہ میں پیغمبروں کا مقابلہ ایسے ہی بدبخت رئیسوں نے کیا ہے۔ دولت وثروت کا نشہ اور اقتدار طلبی کا جذبہ آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے گردن جھکانا اور چھوٹے آدمیوں کی برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی لئے انبیاء کے اول متبعین عموماً ضعیف و مسکین لوگ ہوتے ہیں کما ورد فی حدیث ہرقل۔

ف۵ یعنی معلوم ہوا خدا ہم سے خوش اور راضی ہے ورنہ اتنا مال واولاد کیوں دیتا۔ جب وہ خوش ہے تو ہم کو کسی آفت کا اندیشہ نہیں تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔

ف۶ یعنی روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ دیکھتے نہیں۔ دنیا میں کتنے بدمعاش، شریر، دہریے ملحد (ناستک) مزے اُڑاتے ہیں حالانکہ اُن کو کوئی مذہب بھی اچھا نہیں کہتا۔ اور بہت سے خدا پرست پرہیزگار اور نیک بندے بظاہر فاقے کھینچتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دولت وافلاس یا تنگی وفراخی کسی کے محبوب ومقبول عند اللہ ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ معاملات تو دوسری مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہیں جن کو اللہ ہی جانتا ہے مگر بہت لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے ؎ وَمِنَ الدَّلَائِلِ عَلَی الْقَضَاءِ وَحُکْمِہٖ

بؤس اللبیب وطیب عیش الاحمق

ف۷ یعنی مال واولاد کی کثرت نہ قرب الٰہی کی علامت ہے جیسا کہ اُوپر کی آیت میں گذرا۔ اور نہ قرب حاصل کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس کافر کے حق میں زیادتِ بُعد کا سبب بنجاتا ہے۔ ہاں مومن اگر مال ودولت کو وجوہ خیر میں صرف کرے اور اولاد کو بہترین تعلیم وتربیت دلا کر نیک اور شائستہ بنائے، ایسا مال واولاد ایک درجہ میں قرب الٰہی کا سبب بنتا ہے۔ بہر حال وہاں مال واولاد کی پوچھ نہیں محض ایمان و عمل صالح کی پرسش ہے۔

ف۸ یعنی کام پر جتنے اجر کا استحقاق ہے اُس سے زائد بدلہ ملیگا کم از کم دس گنا اور زیادہ ہو تو سات سو گنا بلکہ اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ جس کی کوئی حد نہیں۔ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (بقرہ۔ رکوع ۳۶) یہاں ضعف سے مطلقاً زیادت مُراد ہے۔

ف۹ یعنی جو بدبخت اللہ کی آیات کو رد کرتے اور اُن پر طعن کر کے لوگوں کو اُدھر سے روکتے ہیں گویا سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ ورسول کو ہرا دینگے۔ وہ سب عذاب میں گرفتار ہو کر حاضر کئے جائینگے ایک بھی چھوٹ کر نہ بھاگ سکیگا۔

فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا

وہ اُس کا عوض دیتا ہے اور وہ بہتر ہے روزی دینے والا ف۱ اور جس دن جمع کریگا اُن سب کو

ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾ قَالُوْا

پھر کہیگا فرشتوں کو کیا یہ لوگ تم کو پُوجا کرتے تھے ف۲ وہ کہینگے

سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ

پاک ذات ہے تیری ہم تیری طرف میں ہیں نہ اُن کی طرف میں نہیں پر پُوجتے تھے جنوں کو

اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے ف۳ سو آج تم مالک نہیں ایک دوسرے کے

نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ

بھلے کے نہ بُرے کے ف۴ اور کہیں گے ہم اُن گنہگاروں کو چکھو تکلیف اُس آگ کی جس کو

كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا

تم جھوٹ بتلاتے تھے اور جب پڑھی جائیں اُنکے پاس ہماری آیتیں کھُلی کھُلی کہیں

مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُكُمْ ۚ

اور کچھ نہیں مگر یہ ایک مرد ہے چاہتا ہے کہ روک دے تم کو اُن سے جن کو پُوجتے رہے تمہارے باپ دادے ف۵

وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور کہیں اور کچھ نہیں (ن) یہ جھوٹ ہے باندھا ہوا ف۶ اور کہتے ہیں منکر

لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ

حق بات کو جب پہنچے اُن تک اور کچھ نہیں (ن) یہ ایک جادو ہے صریح ف۷ اور ہم نے دی نہیں اُنکو

مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ ۭ

کچھ کتابیں کہ جن کو وہ پڑھتے ہوں اور بھیجا نہیں اُن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانیوالا ف۸

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ

اور جھٹلایا ہے اُن سے اگلوں نے اور یہ نہیں پہنچے دسویں حصّہ کو اُسکے جو ہمنے اُن کو دیا تھا

ف۱ یہ مسلمانوں کو سُنایا کہ تم وجوہ خیر میں خرچ کرتے وقت تنگی اور افلاس سے نہ ڈرنا۔ خرچ کرنے سے رزق کم نہیں ہو جاتا جو مقدر ہے پہنچ کر رہیگا۔ اللہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا دینا چاہے اس میں تمہارے خرچ کرنے نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا بلکہ وجوہ خیر میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اُس کا عوض دیتا ہے خواہ مال کی صورت میں یا قناعت و غنائے قلبی کی شکل میں اور آخرت میں بدلہ ملنا تو یقینی ہے۔ غرض اُس کے ہاں کچھ کمی نہیں۔ مسلمان کو چاہیئے کہ اللہ کے ساتھ حُسنِ ظن رکھے اور اُس کی مرضی کے سامنے فقر و فاقہ کا اندیشہ دل میں نہ لائے "وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا"۔ (تنبیہ) آیت میں گویا اِس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ جس طرح دنیا میں تنگی اور فراخی کے اعتبار سے لوگوں کا حال متفاوت ہے، آخرت میں بھی باعتبار مراتب ثواب و عذاب کے ایسا ہی تفاوت ہوگا۔

ف۲ بہت مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ بہت اُنکے ہیاکل بناکر پرستش کرتے تھے بلکہ بعض نے لکھا ہے کہ اصنام پرستی کی ابتداء ملائکہ پرستی ہی سے ہوئی۔ اور عمرو بن لُحی یہ رسم قبیح شام سے حجاز میں لایا۔ بہر حال قیامت کے دن کفار کو سُنا کر فرشتوں سے سوال کرینگے کہ کیا یہ لوگ تم کو پُوجتے تھے؟ شاید مطلب یہ ہو کہ تم نے تو ان سے ایسا نہیں کہا۔ یا تم ان کے فعل سے خوش تو نہیں ہوئے۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال ہوگا "ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ"۔ (مآئدہ۔ رکوع ۱۶) اور سورۂ فرقان میں ہے "ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰٓؤُلَآءِ" (فرقان۔ رکوع ۲)

ف۳ یعنی آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی کسی درجہ میں اُس کا شریک ہو۔ (العیاذ باللہ) ہم کیوں ان کو ایسی بات کہنے لگے تھے یا ایسی واہیات حرکت سے خوش ہوتے۔ ہماری رضا تو آپ کی رضا کے تابع ہے۔ ہم کو ان مجرموں سے کیا واسطہ ہم تو آپکے فرمانبردار غلام ہیں پھر یہ بدبخت تو حقیقت میں ہماری پرستش بھی نہیں کرتے تھے۔ نام ہمارا لیکر شیطانوں کی پرستش تھی فی الحقیقت اِن کی عقیدتمندی اُن ہی کے ساتھ ہے۔ شیاطین ان کو جس طرف ہانکتے ہیں اُدھر ہی مُڑ جاتے ہیں خواہ فرشتوں کا نام لیکر یا کسی نبی اور ولی کا۔ بلکہ بعض تو علانیہ شیطان ہی کو پُوجتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کسی جگہ غالبًا سورۂ "انعام" میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

ف۴ یعنی آج عابد اور معبود دونوں کا عجز واضح ہو گیا کہ کوئی کسی کو ذرّہ بھر نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جن معبودین کا بڑا سہارا سمجھتے تھے انہوں نے اس طرح وقت پر بیزاری ظاہر کر دی۔

ف۵ یہ رسول کریم صلعم کی نسبت آپس میں کہتے تھے کہ یہ شخص نبی رسول کچھ نہیں بس اتنی غرض ہے کہ ہمارے باپ دادوں کا طریقہ چھڑا کر (جس کو ہم قدیم سے حق جانتے چلے آئے ہیں) اپنے ڈھب پر لے آئے اور خود حاکم و متبوع بن کر بیٹھ جائے۔ گویا صرف حکومت و ریاست مطلوب ہے۔ (العیاذ باللہ)

ف۶ یعنی قرآن کیا ہے (العیاذ باللہ) چند جھوٹی باتیں جو خدا کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔

ف۷ یعنی یہ نبوت کا دعویٰ جس کے ساتھ چند معجزات و خوارق کی نمائش کی گئی ہے یا مذہب اسلام جس نے آکر میاں کو بیوی سے اور باپ کو بیٹے سے جُدا کر دیا ہے۔ یا قرآن جس کی تاثیر لوگوں کے دلوں پر غیر معمولی ہوتی ہے، صریح جادو کے سوا اور کچھ نہیں (العیاذ باللہ)

ف۸ یعنی بعض اُمّی تھے نہ کوئی کتاب سماوی اِن کے ہاتھ میں تھی نہ اتنی مُدّت دراز سے کوئی نبی اِن میں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایسا عظیم الشان پیغمبر اور ایسی جلیل القدر کتاب مرحمت فرمائی۔ چاہیئے کہ اسے غنیمت جانیں اور انعام الٰہی کی قدر کریں۔ خصوصًا جبکہ پہلے سے خود کہا بھی کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی پیغمبر آتا یا کوئی کتاب ہم پر اُتاری جاتی تو اوروں سے بڑھ کر ہم فرمانبردار ہوتے۔ اب وہ چیز آئی تو لگے انکار و استکبار کرنے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم نے اُن کے پاس کوئی کتاب یا ہادی ایسا نہیں بھیجا جو آپ کی تعلیم کے خلاف تعلیم دیتا ہو۔ پھر کس دلیل نقلی یا عقلی کی بناء پر یہ لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں۔

فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم
پھر جھٹلایا انہوں نے میرے بھیجے ہوؤں کو، تو کیسا ہوا انکار میرا ف۱ تو کہہ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں

بِوَاحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا ۚ مَا
تم کو کہ اُٹھ کھڑے ہو اللہ کے نام پر دو دو اور ایک ایک پھر دھیان کرو کہ اس

بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ
تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں یہ تو ایک ڈرانے والا ہے تم کو (ف۲) ایک بڑی آفت کے

شَدِيدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا
آنے سے ف۲ تو کہہ جو میں نے تم سے مانگا ہو کچھ بدلہ سو وہ تمہی رکھو میرا بدلہ ہے اُسی

عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ
اللہ پر ف۳ اور اُس کے سامنے ہے ہر چیز ف۴ تو کہہ میرا رب پھینک رہا ہے

بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ
سچا دین اور وہ جانتا ہے چھپی چیزیں ف۵ تو کہہ آیا دین سچا اور جھوٹ تو کسی چیز کو نہ پیدا کرے

وَمَا يُعِيدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ إِن ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ
اور نہ پھیر کر لائے ف۶ تو کہہ اگر میں بہکا ہوا ہوں تو بہکونگا اپنے ہی نقصان کو اور اگر میں

اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرَىٰ
سیدھے رستہ پر ہوں تو اُس سبب سے کہ وحی بھیجتا ہے مجھکو میرا رب، بیشک وہ سب کچھ سُنتا ہے نزدیک ف۷ اور کبھی تو دیکھے

إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿۵۱﴾ وَقَالُوا
جب یہ گھبرائیں پھر نہ بچیں بھاگ کر اور پکڑے ہوئے آئیں نزدیک جگہ سے ف۸ اور کہنے لگیں

آمَنَّا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۵۲﴾ وَقَدْ كَفَرُوا
ہم نے اُس کو یقین مان لیا، اور اب کہاں اُن کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے بعید جگہ سے ف۹ اور اس سے منکر رہے

بِهِ مِن قَبْلُ ۖ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيلَ
پہلے سے اور پھینکتے رہے بن دیکھے نشانہ پر دُور کی جگہ سے ف۱۰ اور رکاوٹ پڑگئی

ف۱ یعنی جیسی لمبی عمریں، جسمانی قوتیں، مال و دولت اور عیش و تمرّد اُن کو دیا گیا تمہیں اُس کا عُشر عشیر بھی نہیں ملا۔ لیکن جب اُنہوں نے پیغمبروں کی تکذیب و مخالفت کی، دیکھ لو کیا انجام ہوا، سب ساز و سامان دھرا رہ گیا۔ ایک منٹ بھی عذاب الٰہی کو روک نہ سکے۔ پھر تم اتنا کاہے پر اتراتے ہو؟ "اس برتے پہ یہ تتا پانی"۔

ف۲ یعنی تعصب و عناد چھوڑ کر انصاف و اخلاص کے ساتھ اللہ کے نام پر اُٹھ کھڑے ہو۔ اور کبھی کئی مل کر بحث و مشورہ کرلو اور الگ الگ تنہائی میں غور کر کے سوچو کہ یہ تمہارا رفیق (محمد رسول اللہ صلعم) جو چالیس برس سے زیادہ تمہاری آنکھوں کے سامنے رہا جس کے بچپن سے لیکر کہولت تک کے ذرّہ ذرّہ حالات تم نے دیکھے جس کی امانت و دیانت، صدق و عفاف اور فہم و دانش کے تم برابر قائل رہے کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا غرض پرستی کا الزام تم نے اُس پر نہیں رکھا۔ کیا تم واقعی گمان کرسکتے ہو کہ العیاذ باللہ اُسے بیٹھے بٹھائے جنون ہوگیا ہے جو خواہ مخواہ اُس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنالیا۔ کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور اُن کی اُخروی فلاح اور دنیوی ترقی کا اتنا زبردست لائحہ عمل پیش کرسکتا ہے۔ وہ تم کو سخت مہلک خطرات اور تباہی انگیز مستقبل سے آگاہ کر رہا ہے، قوموں کی تاریخیں سُناتا ہے، دلائل و شواہد سے تمہارا بھلا بُرا سمجھاتا ہے یہ کام دیوانوں کے نہیں، ان اولوالعزم پیغمبروں کے ہوتے ہیں جنہیں احمقوں اور شریروں نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔

ف۳ یعنی میں تم سے اپنی محنت کا کچھ صلہ نہیں چاہتا اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہو وہ سب تم اپنے پاس رکھو مجھے ضرورت نہیں میرا صلہ تو خدا کے یہاں ہے۔ تم سے جو چیز طلب کرتا ہوں یعنی ایمان و اسلام وہ صرف تمہارے نفع کی خاطر۔ اس سے زاید میری کوئی غرض نہیں۔

ف۴ یعنی میری سچائی اور نیت اللہ کے سامنے ہے۔

ف۵ یعنی اُوپر سے وحی اُتر رہی اور دین کی بارش ہو رہی ہے۔ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو اُس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ جس زور سے اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے اس سے اندازہ کرو کہ باطل کہاں ٹھہر سکے گا، ضرور ہے ملیا میٹ ہو کر رہے اور آفاق میں دین حق کا ڈنکا بجے۔ اُس علام الغیوب نے خوب دیکھ بھال کر عین موقع پر حق کو باطل کا سر کچلنے کے لئے بھیجا ہے۔ "بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ"۔

ف۶ یعنی دین حق آپہنچا اب اس کا زور رُکنے والا نہیں۔ سب پر غالب ہو کر اور باطل کو زیر کر کے رہیگا جھوٹ کے پاؤں کہاں جو حق کے سامنے چل سکے۔ وہ تو اب کرنے کا نہ دھرنے کا۔ سمجھ لو آیا گیا ہوا۔ فتح مکہ کے دن یہ آیت آپ کی زبان پر تھی۔

ف۷ یعنی اگر میں نے یہ ڈھونگ خود کھڑا کیا ہے تو کے دن چلے گا اس میں آخر میرا ہی نقصان ہے۔ دنیا کی عداوت مول لینا، ذلت اُٹھانا اور آخرت کی رسوائی قبول کرنا۔ (العیاذ باللہ) لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں جیسا کہ واقعی ہوں تو سمجھ لو کہ یہ سب اللہ کی تائید و امداد اور وحی الٰہی کی برکت و ہدایت سے ہے جو کسی وقت میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ میرا خدا سب کچھ سنتا ہے اور بالکل نزدیک ہے وہ ہمیشہ میری مدد فرمائیگا۔ اور اپنے پیغام کو دنیا میں روشن کریگا۔ تم مانو یا نہ مانو۔

ف۸ یعنی یہ کفار یہاں ڈینگیں مارتے ہیں مگر وہ وقت عجیب قابل دید ہوگا۔ جب یہ لوگ محشر کا ہولناک منظر دیکھ کر گھبرائیں گے اور کہیں بھاگ نہ سکیں گے اُس وقت گرفتاری کے لئے کہیں دُور سے ان کو تلاش کرنا نہ پڑیگا۔ بلکہ نہایت آسانی سے فوراً جہاں کے تہاں گرفتار کرلئے جائینگے۔

ف۹ یعنی اُس وقت کہیں گے کہ ہمیں پیغمبر کی باتوں پر یقین آگیا اب ہم ایمان لاتے ہیں۔ حالانکہ اب ایمان کیسا؟ وہ موقع دُور گیا جب ایمان لاکر اپنے کو بچا سکتے تھے۔ اب اُن کا ہاتھ اتنی دُور کہاں پہنچ سکتا ہے جو وہاں سے ایمان کو اُٹھالائیں۔ مطلب یہ کہ ایمان مقبول و منجی وہ ہے جو موت سے پہلے اس دنیا میں حاصل ہو۔ آخرت میں تو آنکھوں سے دیکھ کر سب ہی کو یقین آجائیگا اُس میں کیا کمال ہوا۔

ف۱۰ یعنی پہلے جب ایمان لانیکا وقت تھا انکار پر تلے رہے اور یوں ہی اٹکل کے تیر چلاتے رہے دنیا میں رہ کر ہمیشہ بے تحقیق باتیں کیں۔ سچی اور تحقیقی باتوں کو قبول نہ کیا۔ اب پچتانے سے کیا حاصل؟

بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ

اُن میں اور اُن کی آرزو میں ف۱ جیسا کہ کیا گیا ہے اُن کے طریقہ والوں کے ساتھ اس سے پہلے

إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿۵۴﴾

وہ لوگ تھے ایسے تردد میں جو چین نہ لینے دے ف۲

سُورَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّأَرْبَعُونَ آيَةً وَّخَمْسُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا

سب خوبی اللہ کو ہے جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین ف۳ جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو پیغام لانیوالے ف۴

أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۚ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۚ

جن کے پَر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار ف۵ بڑھا دیتا ہے پیدائش میں جو چاہے

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱﴾ مَّا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن

بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ف۶ جو کچھ کہ کھول دے اللہ لوگوں پر رحمت میں

رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن

سے تو کوئی نہیں اُس کو روکنے والا ف۷ اور جو کچھ روک رکھے تو کوئی نہیں اُس کو بھیجنے والا اُس کے

بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ

سوائے اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا ف۸ اے لوگو یاد کرو احسان

اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ

اللہ کا اپنے اُوپر کیا کوئی ہے بنانے والا اللہ کے سوائے روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے

وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿۳﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ

اور زمین سے کوئی حاکم نہیں مگر وہ پھر کہاں اُلٹے جاتے ہو ف۹ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں

ف۱ یعنی جس چیز کی آرزو رکھتے ہیں مثلاً ایمانِ مقبول یا نجات، یا دُنیا کی طرف واپس جانا، یا دنیوی لذتیں اور عیش و آرام۔ اِن چیزوں کے اور ان کفار کے درمیان سخت روک قائم کر دی گئی۔ کبھی اُن تک نہیں پہنچ سکتے۔

ف۲ یعنی پہلے جو اسی قماش کے لوگ گذرے ہیں جیسا معاملہ اُن سے کیا گیا تھا اِن سے بھی ہوا۔ کیونکہ وہ لوگ بھی ایسے ہی مہمل شبہات اور بیجا شک و تردد میں گھرے ہوئے تھے جو کسی طرح اُن کو چین نہ لینے دیتا تھا۔

تَمَّ سُورَةُ سَبَا

ف۳ یعنی آسمان و زمین کو ابتداءً عدم سے نکال کر وجود میں لایا، پہلے سے کوئی نمونہ اور تخلیق کا قانون موجود نہ تھا

ف۴ یعنی بعض فرشتے انبیاء کے پاس اللہ کا پیغام لاتے ہیں اور بعض دوسرے جسمانی و روحانی نظام کی تدبیر و تشکیل پر مامور ہیں۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا

ف۵ یعنی بعض فرشتوں کے دو بازو (یا دو پر) بعض کے تین بعض کے چار ہیں۔ اِن بازوؤں اور پَروں کی کیفیت کو اللہ ہی جانتا ہے یا جس نے دیکھے ہوں وہ کچھ بتلا سکیں۔

ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ جس مخلوق میں جو عضو اور جو صفت چاہے اپنی حکمت کے موافق بڑھا دے۔ فرشتوں کے دو، تین، چار بازو (یا پر) اُسی نے بنائے چاہے تو بعض فرشتوں کے چار سے زیادہ بنا دے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت جبریلؑ کے چھ سو بازو (یا پَر) ہیں۔ اور جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا سے یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کچھ ان وسائط کا محتاج ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ بذاتِ خود ہر چیز پر قادر ہے۔ محض حکمت کی بنا پر یہ اسباب و وسائط کا سلسلہ قائم کیا ہے۔

ف۷ رحمت جسمانی ہو مثلاً بارش، روزی وغیرہ یا روحانی جیسے انزال کتب و ارسال رُسل۔ غرض اللہ جب لوگوں پر اپنی رحمت کا دروازہ کھولے، کون ہے جو بند کر سکے۔

ف۸ یعنی اپنی حکمت بالغہ کے موافق جو کچھ کرنا چاہے فوراً کر گذرے ایسا زبردست ہے جسے کوئی نہیں روک سکتا۔

ف۹ یعنی مانتے ہو کہ پیدا کرنا اور روزی کے سامان بہم پہنچا کر زندہ رکھنا سب اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہے پھر معبودیت کا استحقاق کسی دوسرے کو کدھر سے ہو گیا جو خالق و رازق حقیقی ہے وہ ہی معبود ہونا چاہیئے۔

فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۴ يٰۤاَيُّهَا
تو جھٹلائے گئے کتنے رسول تجھ سے پہلے اور اللہ تک پہنچتے ہیں سب کام ف۱ اے
النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۖ وَ
لوگو بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے سو نہ بہکائے تم کو دنیا کی زندگانی اور
لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۵ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ
نہ دغا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے
فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۚ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ
سو تم بھی سمجھ رکھو اُس کو دشمن وہ تو بُلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے کہ ہوں دوزخ والوں
السَّعِيْرِ ۶ ؕ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
میں ف۲ جو منکر ہوئے اُن کو سخت عذاب ہے اور جو یقین لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۷ اَفَمَنْ زُيِّنَ
اور کئے بھلے کام اُن کے لئے ہے معافی اور بڑا ثواب بھلا ایک شخص کہ
لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ
بھلی سمجھائی گئی اُسکو اُسکے کام کی بُرائی پھر دیکھا اُس نے اُسکو بھلا، کیونکہ اللہ بھٹکاتا ہے جس کو چاہے اور
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ
سُجھاتا ہے جس کو چاہے سو تیرا جی نہ جاتا رہے اُن پر پچتا پچتا کر
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۸ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ
اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کرتے ہیں ف۳ اور اللہ ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں
فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ
پھر وہ اُٹھاتی ہیں بادل کو پھر ہانک لے گئے ہم اُسکو ایک مُردہ دیس کی طرف پھر زندہ کر دیا ہم نے اُس سے زمین کو
بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ
اُس کے مرجانے کے بعد اسی طرح ہوگا جی اُٹھنا ف۴ جس کو چاہیئے عزت تو اللہ کے لئے ہے

ع ۱ ۱۳

ف۱ یعنی اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو غم نہ کیجئے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہ ہی برتاؤ ہوا ہے۔ کوئی انوکھی بات نہیں متعصب اور ضدی لوگ کبھی اپنی ہٹ سے باز نہیں آئے۔ ایسوں کا معاملہ خدا کے حوالہ کیجیے۔ وہیں پہنچکر سب باتوں کا فیصلہ ہو جائیگا۔

ف۲ یعنی قیامت آنی ہے اور یقیناً سب کو اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اِس دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور فانی عیش و بہار پر نہ پھولو اور اُس مشہور دغاباز شیطان کے دھوکہ میں مت آؤ۔ وہ تمہارا ازلی دشمن ہے کبھی اچھا مشورہ نہ دیگا۔ یہ ہی کوشش کرے گا کہ اپنے ساتھ تم کو بھی دوزخ میں پہنچا کر چھوڑے طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرتا رہیگا۔ چاہیئے کہ تم دشمن کو دشمن سمجھو اُس کی بات نہ مانو۔ اُس پر ثابت کر دو کہ ہم تیری مکاری کے جال میں پھنسنے والے نہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ تو دوستی کے لباس میں بھی دشمنی کرتا ہے۔

ف۳ یعنی شیطان نے جس کی نگاہ میں بُرے کام کو بھلا کر دکھایا۔ کیا وہ شخص اُس کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے فضل سے بھلے بُرے کی تمیز رکھتا ہے۔ نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ جب دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو انجام دونوں کا یکساں کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ کوئی آدمی دیکھتی آنکھوں بُرائی کو بھلائی کیونکر سمجھ لیگا۔ اللہ جس کی سوء استعداد اور سوء اختیار کی بناء پر بھٹکانا چاہے اُس کی عقل اسی طرح اوندھی ہو جاتی ہے اور جس کو حُسنِ استعداد اور حُسنِ اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے تب کسی شیطان کی طاقت نہیں جو اُسے غلط راستے پر ڈال سکے یا الٹی بات سُجھا دے۔ بہرحال جو شخص شیطانی اغواء سے بُرائی کو بھلائی۔ بدی کو نیکی اور زہر کو تریاق سمجھ لے کیا اُس کے سیدھے راستہ پر آنے کی کچھ توقع ہو سکتی ہے؟ جب نہیں ہو سکتی اور سلسلہ ہدایت و ضلالت کا سب اللہ کی مشیت و حکمت کے تابع ہے۔ تو آپ اِن معاندین کے غم میں اپنے کو کیوں گھلاتے ہیں، اِس حسرت میں کہ یہ بدبخت اپنے فائدہ کی بات کو کیوں قبول نہیں کرتے کیا آپ اپنی جان دے بیٹھیں گے۔ آپ ان کا قِصّہ ایک طرف کیجئے۔ اللہ ان کی سب کرتوت جانتا ہے۔ وہ خود ان کا بھگتان کر دیگا۔ آپ دلگیر و غمگین نہ ہوں۔

ف۴ اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اُٹھا کر لاتی ہیں اور جس مُلک کا رقبہ مُردہ پڑا تھا یعنی کھیتی و سبزہ کچھ نہ تھا، چاروں طرف خاک اُڑ رہی تھی، بارش کے پانی سے اُس میں جان پڑ جاتی ہے۔ اِسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی مرے پیچھے جلا کر کھڑا کر دیگا۔ روایات میں ہے کہ جب اللہ مُردوں کو زندہ کرنا چاہے گا۔ عرش کے نیچے سے ایک (خاص قسم کی) بارش ہوگی جس کا پانی پڑتے ہی مُردے اس طرح جی اُٹھینگے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اُگ آتا ہے۔ مزید تفصیل روایات میں دیکھنی چاہیئے۔

ف۱ کفار نے دوسرے معبود اس لئے ٹھہرائے تھے کہ اللہ کے ہاں اُن کی عزت ہوگی "وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا" (مریم ۔ رکوع ۵) اور بہت لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستانہ کرتے تھے کہ اس سے اُن کی عزت بنی رہیگی۔ "اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا" (نساء ۔ رکوع ۲) اس قسم کے لوگوں کو بتلایا کہ جو شخص دنیا و آخرت کی عزت چاہے، چاہئے کہ اللہ سے طلب کرے کہ عزیز مطلق تو وہ ہے، اُسی کی فرمانبرداری اور یادگاری سے اصلی عزت میسر آتی ہے۔ تمام عزتوں کا مالک وہی اکیلا ہے۔ جس کسی کو عزت ملی یا ملیگی اُسی کے خزانہ سے ملی ہے یا ملیگی۔

ف۲ ستھرا کلام ہے ذکر اللہ، دعاء، تلاوۃ القرآن، علم و نصیحت کی باتیں، یہ سب چیزیں بارگاہ رب العزت کی طرف چڑھتی ہیں اور قبول و اعتبار کی عزت حاصل کرتی ہیں۔

ف۳ ستھرے کلام (ذکر اللہ وغیرہ) کا ذاتی اقتضاء ہے اُوپر چڑھنا۔ اُس کے ساتھ دوسرے اعمال صالحہ ہوں تو وہ اُس کو سہارا دے کر اور زیادہ اُبھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں۔ اچھے کلام کو بدون اچھے کاموں کے پوری رفعت شان حاصل نہیں ہوتی۔ بعض مفسرین نے "وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ" کی ضمیروں کا مرجع بدل کر یہ معنی لیے ہیں کہ ستھرا کلام اچھے کام کو اُونچا اور بلند کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے اور بعض نے "يَرْفَعُ" کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹائی ہے یعنی اللہ عمل صالح کو بلند کرتا اور معراج قبول پر پہنچاتا ہے بہرحال غرض یہ ہے کہ بھلے کام اور اچھے کلام دونوں عُلُو و رفعت کو چاہتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طالب ہو وہ اِن چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کرے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی عزت اللہ کے ہاتھ ہے۔ تمہارے ذکر اور بھلے کام چڑھتے جاتے ہیں۔ جب اپنی حد کو پہنچیں گے تب بدی پر (پورا) غلبہ (حاصل) کرینگے۔ کفر دفع ہوگا، اسلام کو عزت ہوگی"۔ مکاروں کے سب داؤ گھات باطل اور بیکار ہو کر رہ جائینگے۔

ف۴ یعنی جو لوگ بُری تدبیریں سوچتے اور حق کے خلاف داؤ گھات میں رہتے ہیں آخر ناکام ہو کر خسارہ اٹھائینگے۔ دیکھو قریش نے "دار الندوہ" میں بیٹھ کر حضورؐ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورے کیے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ "جنگ بدر" کے موقع پر وہ ہی لوگ وطن سے نکلے، مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے اور قلیب بدر میں ہمیشہ کے لئے قید کر دیئے گئے۔

ف۵ یعنی آدم کو مٹی سے پھر اُس کی اولاد کو پانی کی بوند سے پیدا کیا۔ پھر مرد و عورت کے جوڑے بنا دیئے جس سے نسل پھیلی۔ اس درمیان میں استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو ادوار و اطوار گذرے سب کی خبر خدا ہی کو ہے۔ ماں باپ بھی نہیں جانتے کہ اندر کیا کیا صورتیں پیش آئیں۔

ف۶ یعنی جس کی جتنی عمر ہے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور جو اسباب عمر کے گھٹنے بڑھنے کے ہیں یا یہ کہ کون عمر طبعی کو پہنچے گا کون نہیں، سب اللہ کے علم میں ہے اور اللہ کو ان جزئیات پر احاطہ رکھنا بندوں کی طرح کچھ مشکل نہیں۔ اُس کو تو تمام ماکان و مایکون، جزئی، کلی، اور غیب و شہادت کا علم ازل سے حاصل ہے۔ اُس کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہر کام سہج سہج ہوتا ہے جیسے

الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۚ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ
ساری عزت ف۱ اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا ف۲ اور کام نیک

يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَمَكْرُ
اُس کو اُٹھالیتا ہے ف۳ اور جو لوگ داؤ میں ہیں برائیوں کے اُنکے لئے سخت عذاب ہے اور اُن کا

أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ ﴿١٠﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ
داؤ ہے ٹوٹنے کا ف۴ اور اللہ نے تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے

ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا
پھر بنایا تم کو جوڑے جوڑے اور نہ پیٹ رہتا ہے کسی مادہ کو اور نہ وہ جنتی ہے

بِعِلْمِهِ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي
بن خبر اُسکے ف۵ اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر مگر لکھا ہے

كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَٰذَا
کتاب میں بیشک یہ اللہ پر آسان ہے ف۶ اور برابر نہیں دو دریا یہ

عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ
میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے خوشگوار اور یہ کھارا کڑوا اور دونوں میں سے

تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى
کھاتے ہو گوشت تازہ اور نکالتے ہو گہنا جس کو پہنتے ہو ف۷ اور تو دیکھے

الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾
جہازوں کو اُس میں کہ چلتے ہیں پانی کو پھاڑتے تاکہ تلاش کرو اُسکے فضل سے اور تاکہ تم حق مانو ف۸

يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
رات گھساتا ہے دن میں اور دن گھساتا ہے رات میں اور کام میں لگایا سورج

وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ
اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر وعدہ تک ف۹ یہ اللہ ہے تمہارا رب اُسی کے لئے

آدمی کا بننا" اور اپنی عمر مقدر کو پہنچنا۔ اسی طرح سمجھ لو اسلام بتدریج بڑھے گا اور آخرکار کفر کو مغلوب و مقہور کر کے چھوڑیگا۔

ف۷ اُوپر سے دلائل توحید اور شواہد قدرت بیان ہوتے آرہے ہیں۔ اُسی کے ضمن میں لطیف اشارے اسلام کے غلبہ کی طرف بھی ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کفر اور اسلام برابر نہیں خدا کفر کو مغلوب ہی کریگا اگرچہ تم کو دونوں سے فائدہ ملیگا۔ مسلمانوں سے قوت دین اور کافروں سے جزیہ خراج اور گوشت میٹھے کھاری دونوں دریاؤں سے نکلتا ہے یعنی مچھلی۔ اور گہنا (زیور) یعنی موتی، مونگا اور جواہر اکثر کھاری سے نکلتے ہیں۔"

ف۸ اکثر بڑی بڑی تجارتیں جہازوں کے ذریعہ سے ہوتی ہیں۔ اُن سے جو منافع حاصل ہوں یہ ہی اللہ کا فضل ہے۔ ان تمام انعامات پر انسان کو چاہئے مالک کا شکر ادا کرے۔

ف۹ یہ مضمون پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی رات دن کی طرح کبھی کفر غالب ہے کبھی اسلام۔ اور سورج چاند کی طرح ہر چیز کی مدت بندھی ہے۔ دیر سویر نہیں ہوتی" حق کا نمایاں غلبہ اپنے وقت پر ہوگا۔

الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ
بادشاہی ہے اور جن کو تم پکارتے ہو اُس کے سوائے وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے
قِطْمِيْرٍ ؕ (۱۳) اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا
ایک چھلکے کے ف۱ اگر تم اُن کو پکارو سُنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں
لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ
تمہارے کام کو اور قیامت کے دن مُنکر ہوں گے تمہارے شریک ٹھہرانے سے ف۲ اور کوئی نہ بتلائیگا تجھ کو جیسا بتلائے
خَبِيْرٍ (۱۴) ع يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ
خبر رکھنے والا ف۳ اے لوگو تم ہو محتاج اللہ کی طرف اور اللہ وہی ہے
الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (۱۵) اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (۱۶) ۚ وَمَا
بے پروا سب تعریفوں والا ف۴ اگر چاہے تم کو لے جائے اور لے آئے ایک نئی خلقت اور یہ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (۱۷) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ
بات اللہ پر مشکل نہیں ف۵ اور نہ اُٹھائیگا کوئی اُٹھانیوالا بوجھ دوسرے کا اور اگر
تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا
پکارے کوئی بوجھل اپنا بوجھ بٹانے کو کوئی نہ اُٹھائے اُس میں سے ذرا بھی اگرچہ ہو قرابتی ف۶ تو تو
تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ
ڈر سنا دیتا ہے اُن کو جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور قائم رکھتے ہیں نماز ف۷ اور جو کوئی
تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (۱۸) وَمَا يَسْتَوِي
سنوریگا تو یہی ہے کہ سنوریگا اپنے فائدہ کو اور اللہ کی طرف ہے سب کو پھر جانا ف۸ اور برابر نہیں
الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (۱۹) وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ (۲۰) وَلَا الظِّلُّ وَ
اندھا اور دیکھتا اور نہ اندھیرا اور نہ اُجالا اور نہ سایہ اور
لَا الْحَرُوْرُ (۲۱) ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ
نہ لُو اور برابر نہیں جیتے اور نہ مُردے ف۹ اللہ سُناتا ہے

ف۱ یعنی جس کی صفات وشئون اُوپر بیان ہوئیں حقیقت میں یہ ہے تمہارا سچا پروردگار اور کل زمین وآسمان کا بادشاہ۔ باقی جنہیں تم خدا قرار دے کر پکارتے۔ وہ مسکین بادشاہ تو کیا ہوتے کھجور کی گٹھلی پر جو باریک جھلی سی ہوتی ہے اُس کے بھی مالک نہیں۔

ف۲ یعنی جن معبودوں کا سہارا ڈھونڈتے ہو وہ تمہاری پکار نہیں سُنتے اور توجہ کرتے بھی تو کچھ کام نہ آسکتے۔ بلکہ قیامت کے دن تمہاری مشرکانہ حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کرینگے اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہونگے۔

ف۳ یعنی اللہ سے زیادہ احوال کون جانے وہ ہی فرماتا ہے کہ یہ شریک غلط ہیں جو کچھ کام نہیں آسکتے ایسی ٹھیک اور پکّی باتیں اور کون بتلائیگا۔

ف۴ یعنی سب لوگ اُسی اللہ کے محتاج ہیں جسے کسی کی احتیاج نہیں کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اُس کی ذات میں جمع ہیں۔ پس وہ ہی مستحق عبادت واستعانت کا ہوا۔

ف۵ یعنی تم نہ مانو تو وہ قادر ہے کہ تم کو ہٹا کر دوسری خلقت آباد کر دے جو بہمہ وجوہ اُس کی فرمانبردار اور اطاعت گذار ہو، جیسے آسمانوں پر فرشتے اور ایسا کرنا اللہ کو کچھ مشکل نہیں لیکن اُس کی حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ زمین پر یہ سب سلسلے چلتے رہیں۔ اور آخر میں ہر ایک اپنے نیک و بد عمل کا بدلہ پائے تا اس طرح اُس کی تمامی صفات کا ظہور ہو۔

ف۶ یعنی نہ کوئی از خود دوسرے کا بوجھ اپنے سر رکھے گا کہ اُس کے گناہ اپنے اُوپر لے لے اور نہ دوسرے کے پکارنے پر اُس کا کچھ ہاتھ بٹا سکے گا خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت ہی سے بیڑا پار ہوگا۔

ف۷ یعنی آپ کے ڈرانے سے وہ ہی اپنا رویہ درست کر کے نفع اٹھائیگا جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور ڈر کر اس کی بندگی میں لگا رہتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہی نہ ہو وہ اِن دھمکیوں سے کیا متأثر ہوگا۔

ف۸ یعنی آپ کی نصیحت سُن کر جو شخص مان لے اور اپنا حال درست کر لے تو کچھ آپ پر یا خدا پر احسان نہیں بلکہ اُسی کا فائدہ ہے اور یہ فائدہ پوری طرح اُس وقت ظاہر ہوگا جب سب اللہ کے ہاں لوٹ کر جائینگے۔

ف۹ یعنی مومن جس کو اللہ نے دل کی آنکھیں دی ہیں، حق کے اُجالے اور وحی الٰہی کی روشنی میں بے کھٹکے راستہ قطع کرتا ہوا جنت کے باغوں اور رحمتِ الٰہی کے سایہ میں جا پہنچتا ہے۔ کیا اُس کی برابری وہ کافر کر سکے گا جو دل کا اندھا او ہام واہواء کی اندھیریوں میں بھٹکتا ہوا جہنم کی آگ اور اُس کی جھلس دینے والی لوؤں کی طرف بے تحاشا چلا جا رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ مُردہ اور زندہ برابر ہو گیا۔ فی الحقیقت مومن و کافر میں اس سے بھی زیادہ تفاوت ہے جو ایک زندہ تندرست آدمی اور مردہ لاش میں ہوتا ہے، اصلی اور دائمی زندگی صرف روح ایمان سے ملتی ہے۔ بدون اس کے انسان کو ہزار مُردوں سے بدتر مردہ سمجھنا چاہئے۔

ف١ یعنی اللہ چاہے تو مُردوں کو بھی سُنادے یہ قدرت اوروں کو نہیں۔ اسی طرح سمجھ لو کہ پیغمبر کا کام خبر پہنچانا اور بھلے بُرے سے آگاہ کر دینا ہے۔ کوئی مُردہ دل کافر اُن کی بات نہ سُنے تو یہ اُنکے بس کی بات نہیں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی سب خلق برابر نہیں جنہیں ایمان دینا ہے اُن ہی کو ملیگا۔ تو بہتیری آرزو کرے تو کیا ہوتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا "نہ اندھیرا نہ اُجالا" یعنی نہ اندھیرا برابر اُجالے کے اور نہ اُجالا برابر اندھیرے کے (یہ "لا" کی تکریر کا فائدہ بتلا دیا) اور فرمایا "تو نہیں سُنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو" حدیث میں آیا کہ مُردوں سے سلام علیک کرو۔ اور بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے۔ اُس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی روح سُنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سنتا" یہ بحث پہلے سورۂ "نمل" کے آخر میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔

ف٢ ڈر سنانے والا خواہ نبی ہو یا نبی کا قائم مقام جو اُس کی راہ کی طرف بلائے۔ اس کے متعلق سورۂ "نمل" کے چوتھے رکوع میں کچھ لکھا جا چکا ہے۔

ف٣ یعنی روشن تعلیمات یا کھُلے کھُلے معجزات لے کر آئے۔ نیز اُن میں سے بعض کو مختصر چھوٹے صحیفے دیئے گئے بعض کو بڑی مفصل کتابیں۔

ف٤ یعنی جب تکذیب سے باز نہ آئے تو دیکھ لو انجام کیا ہوا وہ ہی تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔

ف٥ یعنی قسم قسم کے میوے۔ پھر ایک قسم میں رنگ برنگ کے پھل پیدا کئے ایک زمین ایک پانی اور ایک ہوا سے اتنی مختلف چیزیں پیدا کرنا عجیب و غریب قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔

ف٦ یعنی سفید بھی کئی طرح کا کوئی بہت زیادہ سفید کوئی کم کوئی اس سے کم اور سُرخ بھی کئی طرح۔ اور کالے بھجنگے یعنی بہت گہرے سیاہ کوّے کے پَر کی طرح۔

ف٧ یہ سب بیان ہے قدرت کی نیرنگیوں کا۔ پس جس طرح نباتات، جمادات، اور حیوانات میں رنگ برنگ کی مخلوق ہے، انسانوں میں بھی ہر ایک کی طرح جُدا ہے۔ مومن اور کافر ایک دوسرا سا ہو جائے اور سب انسان ایک ہی رنگ اختیار کر لیں یہ کب ہو سکتا ہے۔ اس میں حضرتؐ کو تسلّی دے دی کہ لوگوں کے اختلاف سے غمگین نہ ہوں۔

ف٨ یعنی بندوں میں نڈر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی مگر ڈرتے وہ ہی ہیں جو اللہ کی عظمت و جلال، آخرت کے بقاء و دوام، اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام و ہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں۔ جس میں یہ سمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا اُسی درجہ میں وہ خدا سے ڈریگا۔ جس میں خوف خدا نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی سب آدمی ڈرنے والے نہیں۔ اللہ سے ڈرنا سمجھ والوں کی صفت ہے اور اللہ کا معاملہ بھی دو طرح ہے وہ زبردست بھی ہے کہ ہر خطا پر پکڑے، اور غفور بھی کہ گنہگار کو بخشے" پس دونوں حیثیت سے بندہ کو ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ نفع و ضرر دونوں اُسی کے قبضہ میں ہوتے۔ تو جب چاہے نفع کو روک لے اور ضرر لاحق کر دے۔

مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ﴿٢٣﴾

جس کو چاہے اور تو نہیں سُنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو تُو تو بس ڈر کی خبر پہنچانے والا ہے ف١

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا

ہم نے بھیجا ہے تجھ کو سچا دین دے کر خوشی اور ڈر سنانے والا اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا

نَذِیْرٌ ﴿٢٤﴾ وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ

کوئی ڈر سنانیوالا ف٢ اور اگر وہ تجھ کو جھٹلائیں تو آگے جھٹلا چکے ہیں جو لوگ کہ اُن سے پہلے تھے پہنچے اُنکے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ

رسُول اُن کے لے کر کھُلی باتیں اور صحیفے اور روشن کتاب ف٣ پھر پکڑا میں نے

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿٢٦﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

منکروں کو سو کیسا ہوا انکار میرا ف٤ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے اُتارا آسمان سے

مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ

پانی پھر ہم نے نکالے اُس سے میوے طرح طرح کے اُنکے رنگ ف٥ اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں

بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿٢٧﴾ وَ مِنَ النَّاسِ

سفید اور سُرخ طرح طرح کے اُنکے رنگ اور بھجنگے کالے ف٦ اور آدمیوں میں

وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ

اور کیڑوں میں اور چوپاؤں میں کتنے رنگ ہیں اسی طرح ف٧ اللہ سے ڈرتے وہی ہیں

عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ

اُس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے، تحقیق اللہ زبردست ہے بخشنے والا ف٨ جو لوگ پڑھتے ہیں

كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً

کتاب اللہ اور سیدھی کرتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں کچھ ہمارا دیا ہوا چھُپے اور کھُلے

یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ

اُمیدوار ہیں ایک بیوپار کے جس میں ٹوٹا نہ ہو ف٩ تاکہ پورا دے اُنکو ثواب اُن کا اور زیادہ دے اپنے

ف٩ یعنی جو اللہ سے ڈر کر اُس کی باتوں کو مانتے اور اُس کی کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں نیز بدنی و مالی عبادات میں کوتاہی نہیں کرتے وہ حقیقت میں ایسے زبردست بیوپار کے اُمیدوار ہیں جس میں خسارے اور ٹوٹے کا کوئی احتمال نہیں۔ بلاشبہ جب خدا خود اُنکے اعمال کا خریدار ہو تو اس اُمید میں یقیناً حق بجانب ہیں۔ نقصان کا اندیشہ کسی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ از سر تا پا نفع ہی نفع ہے۔

فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (٣٠) وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ

فضل سے تحقیق وہ ہے بخشنے والا قدردان ف۱ اور جو ہم نے تجھ پر اُتاری کتاب

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ

وہی ٹھیک ہے تصدیق کرنیوالی اپنے سے اگلی کتابوں کی بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار ہے

بَصِيْرٌ (٣١) ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ

دیکھنے والا ف۲ پھر ہم نے وارث کیے کتاب کے وہ لوگ جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں سے، پھر کوئی اُن میں

ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ

بُرا کرتا ہے اپنی جان کا اور کوئی اُن میں ہے بیچ کی چال پر اور کوئی اُن میں آگے بڑھ گیا ہے لیکر خوبیاں

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (٣٢) جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

اللہ کے حکم سے یہی ہے بڑی بزرگی ف۳ باغ ہیں بسنے کے جن میں وہ جائینگے وہاں

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا

اُن کو گہنا پہنایا جائیگا کنگن سونے کے اور موتی کے اور اُنکی پوشاک وہاں

حَرِيْرٌ (٣٣) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ

ریشمی ہے ف۴ اور کہیں گے شکر اللہ کا جس نے دُور کیا ہم سے غم بیشک

رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ (٣٤) الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے ف۵ جس نے اُتارا ہم کو آباد رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے

لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ (٣٥) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نہ پہنچے ہم کو اس میں مشقت اور نہ پہنچے ہم کو اس میں تھکنا ف۶ اور جو لوگ منکر ہیں

لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ

انکے لئے ہے آگ دوزخ کی نہ اُن پر حکم پہنچے کہ مرجائیں اور نہ ان پر ہلکی ہو

مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ (٣٦) وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ

وہاں کی کچھ کلفت یہ سزا دیتے ہیں ہم ہر ناشکر کو ف۷ اور وہ چلائیں

ف۱ یعنی بہت سے گناہ معاف فرماتا ہے اور تھوڑی سی طاعت کی قدر کرتا ہے اور ضابطہ سے جو ثواب ملنا چاہیئے بطور بخشش اُس سے زیادہ دیتا ہے۔

ف۲ یعنی بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ ٹھیک موقع پر یہ کتاب اُتاری۔

ف۳ یعنی پیغمبر کے بعد اس کتاب کا وارث اس اُمت کو بنایا جو بحیثیت مجموعی تمام اُمتوں سے بہتر و برتر ہے۔ ہاں اُمت کے سب افراد یکساں نہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو باوجود ایمان صحیح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں (یہ "ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ" ہوئے) اور وہ بھی ہیں جو میانہ روی سے رہتے ہیں۔ نہ گناہوں میں منہمک، نہ بڑے بزرگ اور ولی۔ (ان کو "مُقْتَصِدٌ" فرمایا) اور ایک وہ کامل بندے جو اللہ کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے اور تحصیل کمال میں مقتصدین سے آگے نکل جاتے ہیں۔ وہ مستحب چیزوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی بلکہ بعض مُباحات تک سے پرہیز کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور فضیلت تو ان کو ہے۔ ویسے چُنے ہوئے بندوں میں ایک حیثیت سے سب کو شمار کیا۔ کیونکہ درجہ بدرجہ بہشتی سب ہیں۔ گنہگار بھی اگر مومن ہے تو بہرحال کسی نہ کسی وقت ضرور جنت میں جائے گا۔ حدیث میں فرمایا کہ ہمارا گنہگار معاف ہے یعنی آخرکار معافی ملیگی۔ اور میانہ سلامت ہے اور آگے بڑھے سو سب آگے بڑھے اللہ کریم ہے اُس کے یہاں بخل نہیں۔

ف۴ سونا اور ریشم مسلمان مردوں کے لئے وہاں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو کوئی (مرد) ریشمین (کپڑا) پہنے دنیا میں، نہ پہنے آخرت میں۔

ف۵ یعنی دنیا کا اور محشر کا غم دُور کیا۔ گناہ بخشے اور از راہ قدردانی طاعت قبول فرمائی۔

ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں رہنے کا گھر اُس سے پہلے کوئی نہ تھا ہر جگہ چل چلاؤ اور روزی کا غم، دشمنوں کا ڈر، اور رنج و مشقت، وہاں پہنچ کر سب کافور ہوگئے۔

ف۷ نہ کفار کو جہنم میں موت آئیگی کہ اُسی سے تکالیف کا خاتمہ ہو جائے اور نہ عذاب کی تکلیف کسی وقت ہلکی ہوگی۔ ایسے ناشکروں کی ہمارے یہاں یہی سزا ہے۔

فِيهَا ۚ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَٰلِحًا غَيْرَ ٱلَّذِى كُنَّا نَعْمَلُ ۚ
اُس میں اے رب ہم کو نکال کہ ہم کچھ بھلا کام کرلیں وہ نہیں جو کرتے رہے ف۱

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ ٱلنَّذِيرُ ۖ
کیا ہم نے عمر نہ دی تھی تم کو اتنی کہ جس میں سوچ لے جس کو سوچنا ہو اور پہنچا تمہارے پاس ڈرانے والا

فَذُوقُوا۟ فَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٣٧﴾ إِنَّ ٱللَّهَ عَٰلِمُ غَيْبِ
اب چکھو کہ کوئی نہیں گنہگاروں کا مددگار ف۲ اللہ بھید جاننے والا ہے

ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿٣٨﴾ هُوَ ٱلَّذِى
آسمانوں کا اور زمین کا اُس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں ف۳ وہی ہے جس نے

جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ فَمَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُۥ ۖ وَلَا يَزِيدُ
کیا تم کو قائم مقام زمین میں ف۴ پھر جو کوئی ناشکری کرے تو اُس پر پڑے اُسکی ناشکری، اور منکروں کو

ٱلْكَٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ ٱلْكَٰفِرِينَ
نہ بڑھے گی اُن کے انکار سے اُن کے رب کے سامنے مگر بیزاری اور منکروں کو نہ بڑھے گا

كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ
اُن کے انکار سے مگر نقصان ف۵ تو کہہ بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو جن کو پکارتے ہو

مِن دُونِ ٱللَّهِ أَرُونِى مَاذَا خَلَقُوا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ
اللہ کے سوائے دکھلاؤ تو مجھ کو کیا بنایا انہوں نے زمین میں یا کچھ اُن کا

شِرْكٌ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ أَمْ ءَاتَيْنَٰهُمْ كِتَٰبًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ
ساجھا ہے آسمانوں میں ف۶ یا ہم نے دی ہے اُنکو کوئی کتاب سو وہ سند رکھتے ہیں اُس کی ف۷ کوئی نہیں

إِن يَعِدُ ٱلظَّٰلِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿٤٠﴾ إِنَّ ٱللَّهَ يُمْسِكُ
پر جو وعدہ بتلاتے ہیں گنہ گار ایک دوسرے کو سب فریب ہے ف۸ تحقیق اللہ تھام رہا ہے

ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَلَئِن زَالَتَآ إِنْ أَمْسَكَهُمَا
آسمانوں کو اور زمین کو کہ ٹل نہ جائیں اور اگر ٹل جائیں تو کوئی نہ تھام سکے اُن کو

ف۱ یعنی اُس وقت تو اُسی کو بھلا سمجھتے تھے پر اب وہ کام نہ کرینگے۔ ذرا دوزخ سے نکال دیجئے تو ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوں۔

ف۲ یہ جواب دوزخیوں کو دیا جائیگا۔ یعنی ہم نے تم کو عقل دی تھی۔ جس سے سمجھتے اور کافی عمر دی جس میں سوچنا چاہتے تو سب نیک و بد سوچ کر سیدھا راستہ اختیار کر سکتے تھے۔ حتیٰ کہ تم میں کے بہت سے تو ساٹھ ستّر برس دنیا میں زندہ رہ کر مرے۔ پھر اوپر سے ایسے اشخاص اور حالات بھیجے جو بُرے انجام سے ڈراتے اور خواب غفلت سے بیدار کرتے رہیں۔ کیا اِس کے بعد بھی کوئی عُذر باقی رہا اب پڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو اور کسی طرف سے مدد کی توقع نہ رکھو۔

ف۳ یعنی اُسے بندوں کے سب کھلے چھپے احوال و افعال اور دلوں کے بھید معلوم ہیں کسی کی نیت اور استعداد اس سے پوشیدہ نہیں اُسی کے موافق معاملہ کرتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو لوگ اب چلّا رہے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو پھر ایسی خطا نہ کرینگے، وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اگر ستّر دفعہ لوٹائے جائیں تب بھی شرارت سے باز نہیں آسکتے۔ اِن کے مزاجوں کی اُفتاد ہی ایسی ہے۔ "وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" (انعام۔ رکوع ۳)

ف۴ یعنی اگلی اُمتوں کی جگہ تم کو زمین پر آباد کیا اور اُن کے بعد ریاست دی۔ چاہئے اب اُس کا حق ادا کرو۔

ف۵ یعنی کفر و ناشکری اور اللہ کی آیات کے انکار سے اُس کا کچھ نقصان نہیں۔ وہ ہمارے حمد و شکر سے مستغنی ہے۔ البتہ ناشکری کرنے والے پر اُس کے فعل کا وبال پڑتا ہے۔ کفر کا انجام بجز اس کے کچھ نہیں کہ اللہ کی طرف سے برابر ناراضی اور بیزاری بڑھتی جائے اور کافر کے نقصان و خُسران میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

ف۶ یعنی اپنے معبودوں کے احوال میں غور کر کے مجھے بتلاؤ کہ زمین کا کونسا حصّہ انہوں نے بنایا، یا آسمانوں کے بنانے اور تھامنے میں ان کی کس قدر شرکت ہے۔ اگر کچھ نہیں تو آخر خدا کس طرح بن بیٹھے۔ کچھ تو عقل سے کام لو۔

ف۷ یعنی عقلی نہیں تو کوئی معتبر نقلی دلیل پیش کرو جس کی سند پر یہ مُشرکانہ دعویٰ کرتے ہو۔

ف۸ یعنی عقلی یا نقلی دلیل کوئی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ان میں سے بڑے چھوٹوں کو اور اگلے پچھلوں کو شیطان کے اغوا سے یہ وعدہ بتلاتے چلے آئے کہ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یہ بُت وغیرہ اللہ کے ہاں ہمارے شفیع بنینگے) اور اُس کا قُرب عطا کرینگے۔ حالانکہ یہ خالص دھوکا اور فریب ہے۔ یہ تو کیا شفیع بنتے، بڑے سے بڑا مقرب بھی وہاں کفار کی سفارش میں زبان نہیں ہلا سکتا۔

مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ وَ اَقْسَمُوْا

اُس کے سوائے ف۱ وہ ہے تحمل والا بخشنے والا ف۲ اور قسمیں کھاتے تھے

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ لَّیَكُوْنُنَّ اَهْدٰى

اللہ کی تاکید کی قسمیں اپنی کہ اگر آئیگا اُنکے پاس کوئی ڈرسنانے والا البتہ بہتر راہ چلیں گے

مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا

ہر ایک اُمت سے پھر جب آیا اُنکے پاس ڈرسنانیوالا اور زیادہ ہوگیا اُن کا

نُفُوْرَا ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَكْرَ السَّیِّئِ ؕ وَ لَا یَحِیْقُ

بدکنا غرور کرنا ملک میں اور داؤ کرنا برُے کام کا اور بُرائی کا

الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ ۚ

داؤ اُلٹے گا اُنہی داؤں والوں پر ف۳ پھر اب وہی راہ دیکھتے ہیں پہلوں کے دستور کی

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۚ۬ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

سو تو نہ پائیگا اللہ کا دستور بدلتا اور نہ پائیگا اللہ کا دستور

تَحْوِیْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَ لَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

ٹلتا ف۴ کیا پھرے نہیں ملک میں کہ دیکھ لیں کیسا ہوا انجام

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ

اُن لوگوں کا جو اُن سے پہلے تھے اور تھے اُن سے بہت سخت زور میں اور اللہ وہ نہیں

لِیُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

جس کو تھکائے کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہی ہے

عَلِیْمًا قَدِیْرًا ﴿۴۴﴾ وَ لَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ

سب کچھ جانتا کرسکتا ف۵ اور اگر پکڑ کرے اللہ لوگوں کی اُن کی کمائی پر نہ چھوڑے

عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

زمین کی پیٹھ پر ایک بھی ہلنے چلنے والا ف۶ پر اُن کو ڈھیل دیتا ہے ایک مقرر وعدہ تک

ف۱ یعنی اُسی کی قدرت کا ہاتھ ہے جو اتنے بڑے بڑے کرات عظام کو اپنے مرکز سے ہٹنے اور اپنے مقام و نظام سے اِدھر اُدھر سرکنے نہیں دیتا۔ اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت ہے کہ اِن کو قابو میں رکھ سکے۔ چنانچہ قیامت میں جب یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ درہم برہم کریگا، کوئی قوت اُسے روک نہ سکیگی۔

ف۲ یعنی لوگوں کے کفر و عصیان کا اقتضاء تو یہ ہے کہ یہ سارا نظام ایکدم میں تہ و بالا کر دیا جائے لیکن اُس کے تحمل و بُردباری سے تھما ہوا ہے۔ اُس کی بخشش نہ ہو تو سب دنیا ویران ہو جائے۔

ف۳ عرب کے لوگ جب سنتے کہ یہود وغیرہ دوسری قوموں نے اپنے نبیوں کی یوں نافرمانی کی تو کہتے کہ کبھی ہم میں ایک نبی آئے تو ہم اُن قوموں سے بہتر نبی کی اطاعت و رفاقت کر کے دکھلائیں جب اللہ نے نبی بھیجا جو سب نبیوں سے عظمت شان میں بڑھ کر ہے تو حق سے اور زیادہ بدکنے لگے۔ اُن کا غرور و تکبر کہاں اجازت دیتا کہ نبی کے سامنے گردن جھکائیں۔ رفاقت و اطاعت اختیار کرنے کے بجائے عداوت پر کمربستہ ہو گئے اور طرح طرح کی مکروہ تدبیریں اور داؤگھات شروع کر دیے مگر یاد رہے کہ بُرا داؤ خود داؤ کرنے والوں پر اُلٹے گا۔ گو چند روز عارضی طور پر اپنے دل میں خوش ہو لیں کہ ہم نے تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا، لیکن انجام کار دیکھ لیں گے کہ واقع میں نقصان عظیم کس کو اُٹھانا پڑا۔ فرض کرو دنیا میں ٹل بھی گیا تو آخرۃ میں تو یقیناً یہ مشاہدہ ہو کر رہیگا۔

ف۴ یعنی یہ اسی کے منتظر ہیں کہ جو گذشتہ مجرموں کے ساتھ معاملہ ہوا اُن کے ساتھ بھی ہو۔ سو باز نہ آئے تو وہ ہی ہو کر رہیگا۔ اللہ کا جو دستور مجرموں کی نسبت سزا دینے کا رہا ہے نہ وہ بدلنے والا ہے کہ بجائے سزا کے ایسے مجرموں پر انعام و اکرام ہونے لگے اور نہ ٹلنے والا کہ مجرم سے سزا ٹل کر غیر مجرم کو دے دی جائے۔

ف۵ یعنی بڑے بڑے زور آور مدعی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکے مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ یہ بیچارے تو چیز کیا ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ آسمان و زمین کی کوئی طاقت اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی علم اُس کا محیط اور قدرت اُسکی کامل۔ پھر معاذ اللہ عاجز ہو تو کدھر سے ہو۔

ف۶ یعنی لوگ جو گناہ کماتے ہیں اگر ان میں سے ہر ہر جزئی پر گرفت شروع کر دے تو کوئی جاندار زمین میں باقی نہ رہے، نافرمان تو اپنی نافرمانی کی وجہ سے تباہ کر دیے جائیں۔ اور کامل فرمانبردار جو عادۃً بہت تھوڑے ہوتے ہیں قلت کی وجہ سے اُٹھا لئے جائیں۔ کیونکہ نظام عالم کچھ ایسے انداز پر قائم کیا گیا ہے کہ محض معدودے چند انسانوں کا یہاں بستے رہنا خلاف حکمت ہے۔ پھر جب انسان آباد نہ رہے تو حیوانات کاہے کو لئے رکھے جائینگے۔ اُن کا وجود بلکہ تمام عالم کی ہستی تو اسی حضرت انسان کے لئے ہے۔

ف یعنی ایک مقرر میعاد اور حدِ معیّن تک اللہ نے ڈھیل دے رکھی ہے کہ ہر ایک جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ جب وقت موعود آجائیگا تو یاد رکھو سب بندے اُسکی نگاہ میں ہیں کسی کا ایک ذرہ بھر بُرا بھلا عمل اُسکے علم سے باہر نہیں۔ پس ہر ایک کا اپنے علم محیط کے موافق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمادیگا۔ نہ مجرم کہیں چھپ سکے نہ مطیع کا حق مارا جائے۔ اَللّٰھُمَّ اجعلنا ممن یطیعک واغفر لنا ذنوبنا انک انت الغفور الرحیم۔ تم سورۃ "فاطر" بفضل اللہ ورحمتہ۔ ف۲ یعنی قرآن کریم اپنی اعجازی شان، پرحکمت تعلیمات، اور پختہ مضامین کے لحاظ سے بڑا زبردست شاہد اس بات کا ہے کہ جو نبی اُمّی اس کو لیکر آیا یقیناً وہ اللہ کا بھیجا ہوا اور بے شک و شبہ سیدھی راہ پر ہے۔ اُسکی پیروی کرنیوالوں کو کوئی اندیشہ منزل مقصود سے بھٹکنے کا نہیں۔ ف۳ یعنی یہ دین کا سیدھا راستہ یا قرآن حکیم اُس خدا کا اُتارا ہوا ہے جو زبردست بھی ہے کہ منکر کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑے، اور رحم فرمانے والا بھی کہ ماننے والوں کو نوازش و بخشش سے مالامال کردے اسی لئے آیاتِ قرآنیہ میں بعض آیات شان لُطف و مہر کا اور بعض شان غضب و قہر کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ ف۴ یعنی بہت کٹھن کام آپکے سپرد ہوا ہے کہ اُس قوم (عرب) کو آپ قرآن کے ذریعہ سے ہشیار و بیدار کریں جس کے پاس صدیوں سے کوئی جگانے والا نہیں بھیجا تھا۔ وہ جاہل و غافل قوم جسے نہ خدا کی خبر نہ آخرت کی، نہ ماضی سے عبرت نہ مستقبل کی فکر، نہ مبداء پر نظر نہ منتہا پر، نہ نیک و بد کی تمیز نہ بھلے بُرے کا شعور اُس کو اتنی ممتد جہالت و غفلت کی اندھیریوں سے نکال کر رُشد و ہدایت کی صاف سڑک پر الکھڑا کرنا کوئی معمولی اور سہل کام نہیں ہے۔ بلاشبہ آپ پوری قوت اور زور و شور کے ساتھ انکو اس غفلت و جہالت کے خوفناک نتائج اور بھیانک مستقبل سے ڈراکر فلاح و بہبود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کی کوشش کرینگے تاکہ یہ قوم اپنی اعلیٰ کامیابی سے تمام عالم کے لئے کامیابی کا دروازہ کھول دے لیکن بہت افراد وہ ملینگے جو کسی قسم کی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں۔ اسی لئے اُن پر شیطان پوری طرح مسلّط ہوجاتا ہے جو انکی حماقتوں اور شرارتوں کو اُنکی نگاہ میں خوشنما کرکے دکھلاتا اور اگلے پچھلے سب احوال کو خواہ کتنے ہی گندے ہوں، خوبصورت بناکر ظاہر کرتا ہے۔ آخر یہ لوگ دوسری زندگی سے بالکل منکر ہوکر اپنی فانی خواہشات ہی کو قبلہ مقصود ٹھہرالیتے ہیں۔ اُس وقت ایک طرف سے شیطان کی بات "لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ" (مخلصین کے سوا ہیں سب کو بہکاکر رہونگا) سچی ہوتی ہے اور دوسری طرف حق تعالیٰ کا قول "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ" (تجھ سے اور تیرے پیرووں سے دوزخ کو بھردونگا) ثابت اور چسپاں ہوجاتا ہے۔ باقی علم الٰہی میں تو ازل سے ثابت ہے کہ فلاں قوم کے فلاں فلاں افراد اپنی بدتمیزی اور لاپروائی سے شیطان کے اغوا میں پھنس کر عذاب الٰہی کے مستحق ہونگے ایسے لوگوں کے راہ پر آنے اور ماننے کی کیا توقع ہوسکتی ہے پس آپ کو سلسلہ انذار و اصلاح میں اگر ایسے ہمت شکن واقعات کا مقابلہ کرنا پڑے تو ملول و غمگین نہ ہوں اپنا فرض ادا کیئے جائیں اور نتیجہ کو خدا کے سپرد کردیں تقریر بالا کو سمجھنے کے لیے یہ آیات پیش نظر رکھیے۔ (۱) "وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ" (زخرف۔ رکوع ۴) معلوم ہوا کہ شیطان ابتداءً کسی پر مسلّط نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اندھا بن کر نصیحت سے اعراض کرتے رہنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آخرکار شیطان مسلّط ہوجائے جیسے ہاتھ پاؤں سے مدّت تک کام نہ لے تو وہ عضو بیکار کردیا جاتا ہے۔ قال تعالےٰ "فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ" (الصف۔ رکوع ۱) "وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ" (انعام۔ رکوع ۱۳) (ب) "وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ" (حٰمٓ السجدۃ۔ رکوع ۳)۔ تسلّط کے بعد شیطان یہ کام کرتا ہے جس کا نتیجہ "حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ" ہے (ج) "وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدَانِنِيْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ" (الاحقاف۔ رکوع ۲) اِن آیات سے معلوم ہوا کہ لفظ "حَقَّ الْقَوْلُ" اُن لوگوں پر صادق آتا ہے جو موت کے بعد کسی دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں رکھتے، نہ بُرائی کو بُرائی سمجھتے ہیں، بلکہ اغوائے شیطانی سے اپنی بدیوں کو نیکی اور گمراہی کو ہدایت تصوّر کرلیتے ہیں۔ کیسے ہی معقول دلائل سنایئے اور کھلے کھلے نشان دکھلایئے، سب کو جھٹلاتے رہیں اور فضول حجتیں نکالتے رہیں، بظاہر ہادیوں اور پیغمبروں کی بات کی طرف کان جھکائیں مگر ایک حرف سمجھنے کی کوشش نہ کریں محض ہوا و ہوس کو اپنا معبود ٹھہرالیں نہ عقل سے کام لیں نہ آنکھوں سے، یہ ہی لوگ ہیں جنکے اعراض و عناد کے نتیجہ میں آخرکار اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر کردیتا ہے کہ اُن میں خیر کے گھسنے کی کچھ ذرا گنجائش نہیں رہتی۔ جیسے کوئی شخص اپنے اوپر روشنی کے سب دروازے بند کرلے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے یا ایک بیمار دوا پینے کی قسم کھالے طبیب سے دشمنی کرے اور ہر قسم کی بدپرہیزی پر تیار ہوجائے تو اللہ اُسکے مرض کو مُہلک بنادیتا اور مایوسی کے درجہ میں پہنچادیتا ہے فرماتے ہیں "تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ" (اعراف۔ رکوع ۱۳) "ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ" (یونس۔ رکوع ۸) "وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ" (روم۔ رکوع ۶) "كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ

(باقی صفحہ ۵۸۸)

ع ٥ ١٧

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۴۵
پھر جب آئے اُن کا وعدہ تو اللہ کی نگاہ میں ہیں اُس کے سب بندے ف۱

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمٰنُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ
سورۂ یٰسٓ مکہ میں نازل ہوئی اس میں تراسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰسٓ ۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۳ عَلٰى
قسم ہے اُس پکّے قرآن کی تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں میں سے اوپر
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۴ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا
سیدھی راہ کے ف۲ اُتارا زبردست رحم والے نے ف۳ تاکہ تو ڈرائے ایک قوم کو
مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى
کہ ڈر نہیں سُنا اُن کے باپ دادوں نے، سو اُن کو خبر نہیں ثابت ہوچکی ہے بات اُن میں
اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا
بہتوں پر سو وہ نہ مانیں گے ف۴ ہم نے ڈالے ہیں اُن کی گردنوں میں طوق
فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ
سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک پھر اُن کے سر اُلل رہے ہیں ف۵ اور بنائی ہم نے اُن کے
اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۹
آگے دیوار اور پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانک دیا، سو انکو کچھ نہیں سوجھتا ف۶
وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۱۰ اِنَّمَا
اور برابر ہے اُن کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے یقین نہیں کرینگے ف۷ تو تو
تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ
ڈر سنائے اُس کو جو چلے سمجھائے پر اور ڈرے رحمٰن سے بن دیکھے، سو اسکو خوشخبری دے

بقیہ فوائد صفحہ ۵۸۷ - کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ وَعِنۡدَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كَذٰلِكَ یَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلۡبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ" (مومن - رکوع ۴) "وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُ اِلَیۡكَ حَتّٰۤی اِذَا خَرَجُوۡا مِنۡ عِنۡدِكَ قَالُوۡا لِلَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ" (محمد - رکوع ۲) "بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا" (نساء - رکوع ۲۲) "كَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ" (مطففین - رکوع ۱) "اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡ بَعۡدِ اللّٰهِ" (الجاثیہ - رکوع ۳) "وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ" (اعراف - رکوع ۲۲) "یُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ مِنۡ بَعۡدِ مَوَاضِعِهٖ یَقُوۡلُوۡنَ اِنۡ اُوۡتِیۡتُمۡ هٰذَا فَخُذُوۡهُ وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡتَوۡهُ فَاحۡذَرُوۡا وَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتۡنَتَهٗ فَلَنۡ تَمۡلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیۡئًا اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُرِدِ اللّٰهُ اَنۡ یُّطَهِّرَ قُلُوۡبَهُمۡ" (المائدہ - رکوع ۶) ف۵ یہ اُن ہی لوگوں کے حق میں ہے جن کا ذکر گذشتہ فائدہ میں ہوا - یہ طوق عادات و رسوم حُبِّ جاہ و مال اور تقلید آباء و اجداد کے تھے جنہوں نے اُنکے گلے سختی سے دبا رکھے تھے اور نخوت و تکبر کی وجہ سے اُنکے سر نیچے نہیں جھکتے تھے۔

ف۶ نبی کی عداوت نے اُنکے اور قبول ہدایت کے درمیان دیواریں کھڑی کر دی تھیں - جاہلانہ رسوم و اطوار اور اہواء و آرائے فاسدہ کی اندھیریوں میں اس طرح بند تھے کہ آگا پیچھا اور نشیب و فراز کچھ نظر نہ آتا تھا۔ نہ ماضی پر نظر تھی نہ مستقبل پر، باقی اُن افعال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اس لئے کیگئی کہ خالق خیر و شر کا وہی ہے اور اسباب پر مُسبّبات کا ترتب اُسی کی مشیت سے ہوتا ہے! امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے دلائل آفاقیہ میں غور کرنے کی نفی ہوئی جیسا کہ "فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ" میں دلائل انفسیہ کی طرف ملتفت نہ ہونے کا اشارہ تھا - کیونکہ سر اُوپر کو اُلل رہا ہو جھک نہ سکے تو اپنے بدن پر نظر نہیں پڑ سکتی۔

ف۷ اُنکو برابر ہے لیکن آپکے حق میں برابر نہیں، بلکہ ایسی سخت معاند اور سرکش قوم کو نصیحت کرنا اور اصلاح کے درپے ہونا عظیم درجات کے حصول کا سبب ہے اور کبھی یہ اخلاق دوسروں کی ہدایت کا باعث بن جاتا ہے - اسی طرح کی آیات سورۂ "بقرہ" کے اوائل میں گذر چکی ہیں۔

بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ كَرِیۡمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا

معافی کی اور عزت کے ثواب کی ف۱ ہم ہیں جو زندہ کرتے ہیں مُردوں کو ف۲ اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے

وَاٰثَارَهُمۡ ؕ وَكُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۲﴾ وَاضۡرِبۡ

اور جو نشان انکے پیچھے رہے ف۳ اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے ایک کھلی اصل میں ف۴ اور بیان کر

لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡیَةِ ۘ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۳﴾ اِذۡ

اُن کے واسطے ایک مثل اُس گاؤں کے لوگوں کی ف۵ جبکہ آئے اس میں بھیجے ہوئے ف۶ جب

اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمُ اثۡنَیۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا

بھیجے ہم نے اُن کی طرف دو تو اُن کو جھٹلایا پھر ہم نے قوت دی تیسرے سے تب کہا اُنہوں نے

اِنَّاۤ اِلَیۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۙ وَمَاۤ اَنۡزَلَ

ہم تمہاری طرف آئے ہیں بھیجے ہوئے ف۷ وہ بولے تم تو یہی انسان ہو جیسے ہم اور رحمٰن نے

الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَیۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوۡا رَبُّنَا یَعۡلَمُ

کچھ نہیں اُتارا تم سارے جھوٹ کہتے ہو ف۸ کہا ہمارا رب جانتا ہے

اِنَّاۤ اِلَیۡكُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَیۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۷﴾

ہم بیشک تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ف۹ اور ہمارا ذمہ یہی ہے پیغام پہنچا دینا کھول کر ف۱۰

قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَیَّرۡنَا بِكُمۡ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ وَلَیَمَسَّنَّكُمۡ

بولے ہم نے نامبارک دیکھا تم کو اگر تم باز نہ رہوگے تو ہم تم کو سنگسار کرینگے اور تم کو پہنچے گا

مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوۡا طَآئِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ ؕ اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ

ہمارے ہاتھ سے عذاب دردناک ف۱۱ کہنے لگے تمہاری نامبارکی تمہارے ساتھ ہے کیا اتنی بات پر کہ تمکو سمجھایا کوئی نہیں پر تم

قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَةِ رَجُلٌ یَّسۡعٰی قَالَ

لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے ف۱۲ اور آیا شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا ف۱۳ بولا

یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا وَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۱﴾

اے قوم چلو راہ پر بھیجے ہوؤں کی چلو راہ پر ایسے شخص کی جو تم سے بدلہ نہیں چاہتے اور وہ ٹھیک رستہ پر ہیں ف۱

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی ڈرانے کا فائدہ اُسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے، جو نصیحت کو مان کر اُس پر چلے اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتا ہو جس کو خدا کا ڈر ہی نہیں نہ نصیحت کی کچھ پرواہ، وہ نبی کی تنبیہ و تذکیر سے کیا فائدہ اُٹھائیگا ایسے لوگ بجائے مغفرت و عزت کے سزا اور ذلت کے مستحق ہونگے - آگے اشارہ کرتے ہیں کہ فریقین کی اس عزت و ذلت کا پورا اظہار زندگی کے دوسرے دَور میں ہوگا جس کے مبادی موت کے بعد سے شروع ہو جاتے ہیں۔

ف۲ یعنی موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے جہاں سب اپنے کیے کا بدلہ پائینگے اور شاید ادھر بھی اشارہ ہو کہ یہ قوم (عرب) جسکی روحانی قوتیں بالکل مُردہ ہو چکی ہیں، حق تعالیٰ کو قدرت ہے کہ پھر اُن میں زندگی کی روح پھونک دے کہ وہ دنیا میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کرے اور آنیوالی نسلوں کے لئے اپنے آثار عظیمہ چھوڑ جائے۔

ف۳ یعنی نیک و بد اعمال جو آگے بھیج چکے اور بعض اعمال کے اچھے بُرے اثرات یا نشان جو پیچھے چھوڑے مثلاً کوئی کتاب تصنیف کی یا علم سکھلایا، یا عمارت بنائی یا کوئی رسم ڈالی نیک یا بد، سب اس میں داخل ہیں بلکہ الفاظ کے عموم میں وہ نشان قدم بھی شامل ہو سکتے ہیں جو کسی عبادت کے لئے چلتے وقت زمین پر پڑ جاتے ہیں چنانچہ بعض احادیث صحیحہ میں تصریح ہے۔ "دِیَارَكُمۡ تُكۡتَبۡ اٰثَارُكُمۡ"

ف۴ یعنی جس طرح تمام اعمال و آثار وقوع کے بعد ضابطہ کے موافق لکھے جاتے ہیں قبل از وقوع بھی ایک ایک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور وہ لکھنا بھی محض انتظامی ضوابط و مصالح کی بناء پر ہے ورنہ اللہ کے علم قدیم میں ہر چھوٹی بڑی چیز پہلے سے موجود و حاضر ہے اسی کے موافق لوح محفوظ میں نقل کی جاتی ہے۔

ف۵ یہ گاؤں اکثر کے نزدیک شہر "انطاکیہ" ہے۔ اور بائیبل کتاب اعمال کے آٹھویں اور گیارھویں باب میں ایک قصہ اسی قصہ کے مشابہ کچھ تفاوت کے ساتھ شہر انطاکیہ کا بیان ہوا ہے لیکن ابن کثیرؒ نے تاریخی حیثیت سے اور سیاق قرآن کے لحاظ سے اس پر کچھ اعتراضات کئے ہیں۔ اگر وہ صحیح ہوں تو کوئی اور بستی ماننی پڑیگی واللہ اعلم - اس قصہ کا ذکر مومنین کے لئے بشارت اور مکذبین کے لئے عبرت ہے۔

ف۶ ان کے ناموں کی صحیح تعیین نہیں ہو سکتی اور نہ یقینی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے یا کسی پیغمبر کے واسطہ سے حکم ہوا تھا کہ اُسکے نائب ہو کر فلاں بستی کی طرف جاؤ۔ دونوں احتمال ہیں۔ گو متبادر یہی ہے کہ پیغمبر ہوں۔ شاید حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے مبعوث ہوئے ہونگے۔ ف۷ یعنی اول دو گئے پھر اُنکی تائید کے لئے تیسرا بھیجا گیا تینوں نے مل کر کہا کہ ہم خود نہیں آئے، اللہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ ہم کہیں اُسی کا پیغام سمجھو۔ ف۸ یعنی تم میں کوئی سُرخاب کا پر نہیں جو اللہ تمہیں بھیجتا۔ ہم سے کس بات میں تم بڑھ کر تھے بس رہنے دو خواہ مخواہ خدا کا نام نہ لو۔ اُس نے کچھ نہیں اُتارا تینوں سازش کر کے ایک جھوٹ بنا لائے اُسے خدا کی طرف نسبت کر دیا۔ ف۹ یعنی اگر ہم خدا پر جھوٹ لگاتے ہیں تو وہ دیکھ رہا ہے۔ کیا وہ اپنے فعل سے برابر جھوٹوں کی تصدیق کرتا رہیگا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اب تم سمجھو یا نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں اور کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے۔ اسی لئے فعلاً ہماری تصدیق کر رہا ہے۔ ف۱۰ یعنی ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ خدا کا پیام خوب کھول کر واضح معقول اور دلنشیں طریقہ سے تم کو پہنچا دیا، اب اتمام حُجّت کے بعد خود سوچ لو کہ تکذیب و عداوت کا انجام کیا ہونا چاہیئے۔ ف۱۱ شاید تکذیب مرسلین اور کفر و عناد کی شامت سے قحط وغیرہ پڑا ہوگا۔ یا مرسلین کے سمجھانے پر آپس میں اختلاف ہوا کسی نے مانا کسی نے نہ مانا، اسکو نامبارک کہا۔

(باقی صفحہ ۵۸۹)